

نکاحِ اجرب

تنزیلہ خان

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

تلاشِ جواب



از قلم تنزیلہ خان

All Rights Reserved

Copyright: Tanzeela Khan (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

khanumaira@safareadab.com

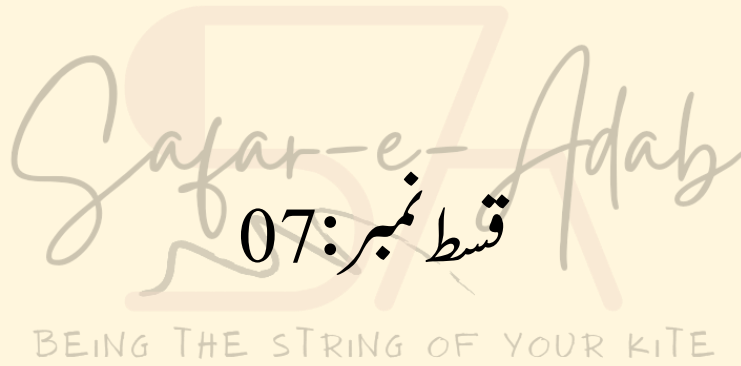
adab@safareadab.com

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

تلاشِ جواب کے تمام جملہ حقوق لکھاری "تنزیلہ خان" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔





باب: 07

Safar-e-Adab
"تصویر کا راز"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ماضی میں دفن ہے

سچ کی ایک داستان

کسی کے گناہ کا پردہ

کسی کو ہے چھپانا پڑھ رہا

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

تصویر کے ذریعے ہی

ہو رہا ہے سچ کھلنے کا اشارہ

کیا آئے گی وہ تصویر

نظروں کے سامنے

یا وقت کی نزاکت بنا

دے گی اسے کسی کے لیے



اسلام آباد کے پوش علاقے میں بنی خوبصورت سے خوبصورت عمارتوں کو نظر انداز کر کے اگر آپ ان خوبصورت عمارتوں کے درمیان میں بنی اس بوسیدہ سی عمارت پر نگاہ ڈالیں جس کی حالت سے آپ کو یہ اندازہ ہوگا کہ وہ سالوں پہلے تعمیر ہوئی تھی۔

تو عمارت کے داخلی دروازے میں ایک وجود آپ کو عمارت کے اندر داخل ہوتا دیکھائی دے گا۔ غور کرنے پر آپ کو معلوم ہو گا کہ اس وجود کے قدموں میں واضح طور پر لڑکھڑاہٹ دیکھی جاسکتی تھی۔ جیسے وہ چلنا چاہتا ہو مگر چلنا اب اس کا مقدر بن چکا تھا تبھی وہ سست روی سے چلتا ہوا اپنے پیروں کو تقریباً گھسیٹ رہا تھا۔

اپنے قدموں کو ناچاہنے کے باوجود بھی زبردستی گھسیٹتے ہوئے وہ کیسے ناکیسے کر کے اس عمارت میں موجود اپنے مطلوبہ فلیٹ تک آخر کار لے ہی آیا تھا۔

اپنے مطلوبہ فلیٹ کے سامنے کھڑے ہو کر۔ کپکپاتے ہاتھوں کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے وہ فلیٹ کا دروازہ کا کھول کر اس چھوٹے سے فلیٹ میں داخل ہوتا ہے۔

اور آتے کے ساتھ ہی اس فلیٹ میں موجود اپنے کمرے کی طرف بڑھتا ہے۔ اس کے قدموں کی چاپ فلیٹ میں چھائی خاموشی کو یکدم توڑنے لگی تھی۔

وہ ویسے ہی سست روی سے اپنے کمرے میں آتا ہے جیسے نیچے سے اوپر تک آیا تھا۔

اور آتے کے ساتھ ہی اپنے کمرے میں موجود ایزی چیئر پر بیٹھ جاتا ہے۔

ایزی چیئر پر بیٹھ کر وہ دیکھتے ہی دیکھتے اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی جیب میں لے جاتا ہے اور اس میں سے اپنا موبائل برآمد کر کے موبائل میں کچھ ڈھونڈنے لگتا تھا۔

چندپل کی مسافت کے بعد آخر کار اس کی نظریں اپنے موبائل میں موجود اپنی مطلوبہ تصویر پر جا کر ٹھہر سی جاتی ہیں۔ اس شخص کی نگاہیں حرکت کرنے سے انکاری ہو جاتی ہے۔ اور وہ بے حسوں حرکت دیوانہ وار اس تصویر کو دیکھنے لگتا ہے۔ جس میں ایک سولہ سالہ کی لڑکی مسکرا رہی تھی۔

وہ شخص دیوانہ وار اس تصویر کو دیکھنے لگتا ہے جس میں اس کی بیٹی مسکرا رہی ہوتی ہے۔

اس شخص کی آنکھوں میں ایک عجیب سا کرب دیکھائی دے رہا تھا۔ ایک ایسا کرب جو اب اس کی آنکھوں میں سدا قائم رہنے والا تھا شاید۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابھی وہ اسی حالت میں بیٹھا تھا کہ اس کمرے میں ایک عورت داخل ہوتی ہے۔

شاید ہی وہ عورت اس فلیٹ کے کسی دوسرے کمرے میں موجود تھی۔ اور اب اس شخص کی فلیٹ میں موجودگی کے باعث اس کمرے میں اس کے پاس چلی آئی تھی۔

اس شخص کو ایسے دل گرفتار سا دیکھ کر اس عورت کے چہرے کے تاثرات عجیب سے ہونے لگے تھے۔

اس کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ جیسے وہ کہی کھوئی کھوئی سی ہے۔

وہ شخص اس عورت کو دروازے میں کھڑے دیکھ اپنی کرسی سے کھڑا ہوتا ہے۔

اور اپنی آنکھوں کی سرخی کو چھپانے کے خاطر اس عورت کی طرف دیکھ کر مسکراہٹ اچھالتا ہے۔

اس کے چہرے کی مسکراہٹ بھی اس عورت کے چہرے پر مسکراہٹ لانے میں ناکام ٹھہرتی ہے۔ وہ عورت ایک نظر اسے دیکھ کر اس کمرے کے دروازے سے نکل کر دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہے

وہ شخص بھی ہاتھ میں پکڑے موبائل کو جیب میں واپس ڈال کر اس عورت کے پیچھے پیچھے اس کی طرف بڑھ جاتا ہے۔

دوسرے کمرے میں اس عورت کو بیڈ پر بیٹھے دیکھ وہ شخص تیزی سے اس کی طرف بڑھتا ہے۔

اور اگلے ہی پل اس کے برابر جگہ بنا کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس شخص کے بیٹھے ہی وہ عورت نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگتی ہے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

جیسے کسی بات کا جواب سننا چاہتی ہو اس سے۔ اس کو یوں نا سمجھی سے اپنی طرف دیکھتا پا کر

وہ شخص ٹوٹے ہوئے لہجے میں اپنے لفظوں کو بامشکل ادا کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"ہماری بیٹی بے قصور ماری گئی ہے۔"

یہ بات سن کر اس عورت کی آنکھیں بھی سرخ ہونے لگتی ہے جیسے وہ اس شخص کی یہ بات سمجھ گئی تھی۔

"یہ سب میری وجہ سے ہوا، میری ایک چھوٹی سی غلطی نے ہم سے ہماری بیٹی کو چھین لیا۔"

وہ شخص یہ سب کس قدر اذیت سے کہہ رہا تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔

یہ کہہ کر وہ پل بھر کور کا تھا۔ اور اس عورت کو کسی بات کی تسلی دینے کی خاطر پھر سے بولا تھا۔

"لیکن تم پریشان مت ہو میں اب سب سمجھ گیا ہوں، ایسی غلطی میں دوبارہ کبھی نہیں کرو گا، اور ناب میں اپنی کسی قیمتی شہ کو کھودینے کا تصور بھی کر سکتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ شخص کھڑا ہوتا ہوا اس کمرے سے نکلتا چلا جاتا ہے۔

اس عورت کی نظروں نے وہاں تک اس شخص کا پیچھا کیا تھا۔ جہاں سے وہ اپنے قدموں کو پھر سے فلیٹ کی داخلی دروازے سے باہر کی جانب نکال رہا تھا۔

اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ شخص اس عورت کی نظروں سے اوچھل ہو چکا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

رات دھیرے دھیرے سرکتی ہوئی صبح میں ڈھلنے کو بے تاب تھیں۔

جیسے ہی سورج نے اپنے پر پھیلانا شروع کیے ویسے ہی رات کا اندھیرا صبح کی روشنی کی وجہ سے ماند پڑنے لگا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے دور کہی مسجدوں میں فجر کی آذانیں سر بلند ہونے لگی۔

اور اسلام آباد کے رہائشی مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے نماز فجر کے لیے مسجدوں کا رخ کرنے لگے۔

وہ بھی ان رہائشیوں میں شامل تھا جو اپنے سکون کے خاطر اکثر فجر کی نماز کے وقت اٹھ کر مسجدوں کا رخ کرتے تھے۔ مصطفیٰ مینشن کے داخلی دروازے سے نکل کر وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا ہوا قریبی مسجد کی جانب اپنے قدم بڑھانے لگا۔

سیاہ کرتا شلواری قمیض پہنے مسجد سے بلند ہوتی اذان کی آواز کو سنتے ہوئے وہ اپنے قدموں کو یکبارگی سے تیز کرتا مسجد کے اندر داخل ہو گیا تھا۔

وہ جانتا تھا سکون صرف رب کی بارگاہ میں حاضری لگانے سے ہی ملے گا اسے۔

قصر اسماعیل گہری خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ملازموں کی چہل پہل بھی ناہونے کے برابر تھی۔

لاؤنج سے ہوتے ہوئے دوسری منزل کی سیڑھیاں عبور کرے تو اوپری منزل بھی صبح کے اس وقت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

میرال کے کمرے پر نگاہ ڈالیں تو اس کا دروازہ آپ کو بند دیکھائی دے گا لیکن اس کے برعکس اس سے چار کمروں کے فاصلے پر بنے اسماعیل ملک صاحب کے کمرے کا دروازہ آدھ کھلا سا تھا۔

میرال کے کمرے کو باہر سے ہی نظر انداز کر کے اگر آپ چند قدم آگے کو بڑھ کر اسماعیل ملک صاحب کے کمرے میں داخل ہونگے تو اسماعیل ملک صاحب آپ کو سوئی جاگی سی کیفیت میں مبتلا بیڈ پر لیٹے ہوئے نظر آئیں گے۔

ان کا دماغ کچھ بھی مختلف سوچنے سمجھنے سے بالکل قاصر ہو چکا تھا۔

وہ کل رات میرال کی کہی باتیں سن کر ساری رات ٹھیک سے سو نہیں سکے تھے۔

اور اب بیڈ پر لیٹے نا جانے کن سوچوں میں گم تھے کہ انھیں رات سے صبح ہو جانے کا احساس تک نا ہوا تھا۔

مگر جو ہی کمرے میں موجود آدھ کھلی کھڑکیوں سے سورج کی کرنیں کمرے میں بکھرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اپنے چہرے پر بھی پڑنے لگی تو گویا وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئے تھے۔

اور بے اختیار انھوں نے اپنی نظروں کا ارتکاز بدل کر کمرے میں موجود دیوار پر لگی گھڑی کی جانب دیکھا تھا۔

جو صبح کے نو بج رہی تھی۔

اور وقت دیکھ کر وہ یکدم ہی بیڈ پر سے اترتے ہوئے کھڑے ہوئے تھے۔ اور کچھ سوچ کر آفس جانے کی نیت سے کمرے میں موجود واش روم کی طرف بڑھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

تھوری دیر گزر جانے کے بعد وہ اجلت میں واش روم سے نکل کر اپنی تیاری مکمل کر کے کسی سوچ کے تحت کمرے سے نکل کر میرال کے کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔

میرال کے کمرے میں قدم رکھ کر وہ آہستہ آہستہ اس کے بیڈ تک آئے۔

اور اس کو پر سکون نیند سوتا دیکھ وہ کچھ حد تک مطمئن ہو کر واپس پلٹ گئے تھے۔

کیونکہ ویسے بھی ابھی وہ اس کے سوالوں کے جواب دینے کے لیے خود کو تیار نہیں کر پائے تھے۔

وہ ساری رات بے فکری کی نیند سو نہیں پائی تھی۔

اور اب چاہنے کے باوجود بھی لیٹے رہنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے بیڈ پر اٹھ بیٹھی تھی۔
اپنے سیاہ بالوں کو جو اچھے سلجھے سے دیکھائی دے رہے تھے انھیں جلدی جلدی جوڑے کی شکل دیتی وہ
تیزی سے واش روم کی جانب بڑھی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

چند پل گزر جانے کے بعد وہ واش روم سے باہر نکلی۔ اور سست قدموں سے چلتے ہوئے بیڈ تک آئی۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے بیڈ کے بائیں جانب رکھے ہوئے کینوس کی جانب چلی آئی تھی۔

اسٹول پر بیٹھ کر ابھی اس نے غائب دماغی سے پینٹنگ برش اٹھایا ہی تھا کہ اچانک سے اس کے ذہن میں
کل رات والا خواب پھر سے گھومنے لگا۔

اور وہ اچانک سے ہر چیز سے بے زار سی دیکھائی دینے لگی۔ پینٹنگ برش کو واپس سے اپنی جگہ پر رکھ کر وہ اسٹول سے کھڑے ہوتے ہوئے غائب دماغی کے ساتھ ایک بار پھر بیڈ تک آکر اس پر بیٹھ گئی تھی۔

پھر سائنڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے اپنے موبائل فون کو اٹھا کر بے دلی سے موبائل دیکھنے لگتی ہے۔

اس کے چہرے پر عجیب سا تاثر قائم تھا۔

وہ عجیب سی الجھن میں الجھی ہوئی سی معلوم ہو رہی تھی۔ دیکھنے سے معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے وہ برسوں سے ہی کسی الجھن زدہ کیفیت میں مبتلا رہی ہے۔

ابھی وہ اپنے ہار جانے کے دکھ کو ہی سہی سے تسلیم نہیں کر پائی تھی۔

کے اب اپنے کل رات والے خواب نے اسے مزید الجھا کر رکھ دیا تھا وہ خواب جسکی دھنداب آہستہ آہستہ اس کے ذہن کے پردے پر سے چھٹنا شروع ہو چکی تھی۔

اسے اب جلد سے جلد اپنے سوالوں کے جواب چاہیے تھے۔ اور وہ بھی کسی اور سے نہیں بلکہ اپنے بابا سے۔

ان ہی باتوں کو سوچتے ہوئے وہ یکدم ہی کسی سوچ کے تحت موبائل کو واپس سے

سائنڈ ٹیبل پر پٹکھنے کے انداز میں رکھتے ہوئے اپنے کمرے سے باہر کی جانب تیزی سے نکلی تھی۔

اس کے قدموں کا رخ اب اسماعیل ملک صاحب کے کمرے کی جانب تھا۔

گود میں لیپ ٹاپ رکھے اس کی نگاہیں مستقل مزاجی سے لیپ ٹاپ کی اسکرین پر کھولی ہوئی آئی ڈی پر مرکوز تھی۔

آئی ڈی کی پروفائل پر آریان مصطفیٰ کا نام بڑی شان سے جگمگا رہا تھا۔
اور وہ خود پورے انہماک سے آئی ڈی پر موجود شخص کو دیکھ رہی تھی۔
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس شخص کی آئی ڈی پر موجود ڈی پی سے جھانکتی بھوری آنکھوں نے تو نجانے کب سے اس کو اپنے سحر میں لے لیا تھا۔ جس کے سحر میں وہ کبھی نا آتی اگرچہ یہ اس کے بس میں ہوتا تو۔

ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی وہ نجانے کب سے اس کی آئی ڈی کھولیں ہوئے بیٹھی تھی۔

ابھی وہ ایسے ہی بیٹھی ہوئی تھی کے ساجدہ بیگم اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔

"نایں پوچھتی ہوں ان عجیب کھیلونوں میں تمہیں ایسا بھی کیا نظر آتا ہے،

جو صبح صبح ماں کا کیچن میں ہاتھ بٹانے کے بجائے اٹھ کر ان میں منہ دے کر بیٹھ جاتی ہو۔"

ساجدہ بیگم نے آکر اپنا غصہ اس پر نکالا تھا۔ ان کے چہرے کے تاثرات ان کے غصے میں ہونے کی نشاندہی کر رہے تھے۔

ان کے اچانک سے آنے پر اوریوں بگڑنے پر تسمیہ نے فوری طور پر لپ ٹاپ کو بند کر لیا تھا۔ اور یکدم ہی بیڈ سے نیچے اترتی ہوئی بولی تھی۔

"وہ امی میں بس آہی رہی تھی آپکی مدد کرانے، بس ایک ضروری کام کرنے کی وجہ سے دو منٹ اور ٹھہر گئی تھی۔" تسمیہ کچھ شرمندگی سے بولتی ہوئی کمرے کی ابتر ہوتی حالات کو سدھارنے لگی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کی بات پر ساجدہ بیگم نے اس کو گھوری سے نوازا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے ہاتھوں میں اور پھرتی لے آئی تھی۔ اور بیڈ شیٹ کی سلوٹیں ٹھیک کرنے لگ گئی۔

"ہاں بھئی اس لپ ٹاپ میں جھانکنے سے زیادہ ضروری بھی بھلا کیا ہو سکتا ہے تمہارے لیے۔"

ساجدہ بیگم نے اسے گھور کر طنزیہ لہجے میں کہا۔

وہ واقعی اب اپنی بیٹی کی حرکتوں سے عاجز آچکی تھیں۔ اس بات کا اندازہ ان کی باتوں سے صاف لگایا جاسکتا تھا۔

"اچھا نامی ناراض ناہو میں چلے جاتی ہوں کیچن میں، شاید تبھی آپکا پارہ نیچے آجائے۔"

تسمیہ ان کے طنز کرنے پر چادر کو جلدی جلدی درست کر کے لیپ ٹاپ کو سائڈ ٹیبل پر رکھ کر منہ کو بگارتے ہوئے بول کر کمرے سے باہر کی طرف بھاگی تھی۔

کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر وہ کچھ دیر اور کمرے میں ٹھہرتی تو ساجدہ بیگم نے آج اسے نہیں بخشا تھا۔

اس کے رفوچکر ہوتے ہی ساجدہ بیگم بھی اپنے دوپٹے کو درست کرتے ہوئے تسمیہ کے کمرے سے نکل کر چند قدموں کا فاصلہ عبور کر کے باہر لاؤنج کی جانب نکل آئی تھی۔

جہاں شایان کو کھڑے دیکھ وہ اس کی تیاری پر غور و فکر کرتے ہوئے اس سے استفسار کرے بغیر نہیں رہ سکیں۔

"کہی جارہے ہو بیٹا؟؟؟"

لاؤنج میں کھڑا وہ باہر جانے کے لیے تیار ہی تھا کہ پیچھے سے اپنی ماں کی آواز پر یکدم ہی پلٹتا ہے۔ جواب اس کے بالکل نزدیک کھڑی تھی۔

"ہاں امی بس ایک دوست سے ملنے جا رہا ہوں، آپ بتائیں آپ کو کوئی کام تو نہیں ہے۔"

شایان نارمل سے انداز میں بولتا ہوا موبائل کو ایک نظر دیکھنے لگا۔ جہاں کافی سارے لوگوں کے میسیجز اچاگر تھے سوائے عنایہ کے۔

"نہیں بیٹا کوئی کام نہیں ہے، بس مجھے تمہیں بتانا تھا کہ تمہارے بابا اور میں نے بھائی صاحب سے بات کی ہے، تمہارے اور عنایہ کے رشتے کے حوالے سے۔"

ساجدہ بیگم نے اس کی بات کے جواب میں اسے وہ بات بتائی تھی جو وہ اسے پیچھلے کچھ دنوں سے بتانے کی سوچ رہی تھی۔

مگر گھریلو مصروفیت کی وجہ سے بتا نہیں سکی تھی۔ اور اب وہ اس کے جواب کی منتظر تھی۔

کے شایان جو موبائل کو سرسری سادیکھ رہا تھا ان کی بات پر چونکتے ہوئے موبائل سے نگاہ ہٹا کر کہتا ہے۔

"لیکن کیوں امی؟؟ میں نے آپ سے کہا تھا کہ فلحال آپ لوگ اس بارے میں تایا ابو سے کوئی بات نہیں کریے گا، کیونکہ میں ویسے بھی پہلے عنایہ سے خود بات کرنا چاہتا ہوں اس بارے میں، پھر آپ لوگوں نے کیوں کری تایا ابو سے بات۔"

شایان قدرے غصے سے بول کر اب قدرے پریشان دیکھائی دینے لگا تھا۔

کے ایک تو وہ پہلے ہی عنایہ کی پہلے کی ناراضگی اور بے زاریت کی وجہ نہیں جاسکا تھا۔

اور اب وہ اسے مزید ناراض نہیں کر سکتا تھا یہ سب کر کے کیونکہ وہ اب سب کچھ اس کی مرضی جان کر ہی کرنا چاہتا تھا۔

اس لیے وہ اب تک خاموش تھا۔ مگر اس کے نزدیک ساجدہ بیگم نے تو بات ہی بگاڑ دی تھی۔

"ہم ماں باپ ہیں تمہارے ہمیں اپنی طرف سے بھی تو کچھ کرنا تھا نا، ویسے بھی ہم دونوں کو اپنی طرف سے بھائی صاحب سے رشتے کی بات تو کرنی ہی تھی، تو ہم نے موقع کی نزاکت کو جانتے ہوئے ان سے بات کر لی، اس میں حرج ہی کیا ہوا بھلا۔"

"ساجدہ بیگم اس کے غصے کو خاطر میں لائے بغیر سہولت سے بولتی چلی گئیں۔ ان کے نزدیک انھیں لگ رہا تھا کہ انھوں نے ٹھیک کیا تھا سلیمان صاحب سے بات کر کے۔"

"مگر امی۔۔۔"

شایان فقط اتنا ہی بول کر رک سا گیا۔ اس کے فقط اتنا کہنے پر ساجدہ بیگم نے اسے خاموش نگاہ سے گھورا تھا۔ جس پر شایان جو کچھ اور بھی کہنے والا تھا۔

مگر اپنی ماں کے بے فکری کے انداز کو جان کر اسے اب اپنا کچھ بھی کہنا بے معنی سا لگ رہا تھا۔

"چھوڑے مجھے آپ لوگوں کو اپنے دل کی بات بتانی ہی نہیں چاہیے تھی۔"

ساجدہ بیگم کو اپنی جانب متوجہ پا کر وہ اتنا کہہ کر غصے سے لاؤنچ سے نکلتا چلا گیا تھا۔

پیچھے ساجدہ بیگم نے اس کی بات پر افسردگی کی ایک لہر کو اپنے دل میں اترتے محسوس کیا تھا۔

اور ان کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا پھر وہ بھی بے دلی سے کیچن کی جانب بڑھیں تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ڈیفنس کالونی میں نگاہ ڈالی جائے تو مصطفیٰ مینشن اپنی شان سے کھڑا آپ کو نظر آئے گا۔

بڑے سے مین گیٹ پر دو گارڈز آپ کو ہمیشہ کی ڈیوٹی دیتے دیکھائی دے گا۔

کے جیسے یہ ان کا روزمرہ کا معمول کا کام تھا۔

بڑے سے گیٹ کو عبور کر کے اگر آپ اندر داخل ہو گے۔ تو گارڈن میں لگے مختلف قسم کے پھول پودے اپنی خوشبوؤں سے آپ کو مہکانے کے لیے کافی ہونگے۔

ان خوشبوؤں کو نظر انداز کر کے اگر آپ دو قدم آگے بڑھے گے تو مالی آپ کو اپنے کام میں مصروف دیکھائی دے گا۔

وہ اس طریقے سے پودوں کی کانٹ چھانٹ کر رہا تھا کہ جیسے اس سے زیادہ ضروری کام تو اس کے لیے کچھ ہے ہی نہیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

بڑے سے گارڈن کی پھر تیلی روش سے گزرتے ہوئے جب آپ مینشن کے داخلی دروازے کے اندر قدم رکھے گے تو ماحول میں چھایا سکون آپ کا استقبال کر رہا ہو گا۔

ملازموں کی آمد و رفت معمول سے بھی کم دیکھائی دے رہی تھی۔

اس سب کو فلحال نظر انداز کر کے اگر آپ بڑے سے ہال سے گزر کر اوپری منزل کی سیڑھیاں عبور کر کے آریان کے کمرے کا رخ کرے گے تو اسکا دروازہ آپ کو ہمیشہ کے جیسے باہر سے بند دیکھائی دے گا۔

جب آپ کمرے کے اندر داخل ہونگے تو ایک کلون کی مہک آپ کو پوری کمرے کی فضا میں چھائی محسوس سی ہوگی۔ کمرے میں مخصوص قسم کی خاموشی کا راج قائم تھا۔ اور وہ خود آئینہ کے سامنے کھڑا اپنے اوپر پرفیوم چھڑکنے میں مگن تھا۔

خود پر پرفیوم چھڑک کر وہ جیسے ہی پلٹا تو کمرے میں اس کی موبائل کی رنگ ٹون نے کمرے میں چھائی خاموشی کو یکدم توڑا تھا۔

بیڈ پر رکھے بجتے فون کو اس نے کوفت بھری نگاہ سے دیکھا تھا۔

پھر گہری سانس ہوا میں بھرتا وہ چند قدموں کا فاصلہ عبور کر کے بیڈ تک آکر اپنا موبائل اٹھا چکا تھا۔

موبائل کی اسکرین پر ایک انجان نمبر کو دیکھ کر اس کی بھوری آنکھوں میں کوفت کے ساتھ ساتھ الجھن بھی ابھری تھی۔

مگر پھر اگلے ہی پل اپنی اس الجھن کو دور کرنے کے خاطر وہ فون اٹھا چکا تھا۔

"ہیلو۔"

کمرے میں اس کی مخصوص آواز گونجی تھی۔

"آریان صاحب میں انسپیکٹر خان بات کر رہا ہوں، آپ کو تکلیف دینے کے لیے معذرت خواہ ہوں، مگر کیا کر سکتے ہیں ہمارا تو کام ہے یہ، تو کیا کریں کرنا پڑتا ہے۔"

دوسری طرف موجود پولیس والے نے بات کو تول دیتے ہوئے اپنے فون کرنے کا جواز بتایا۔

"آپ نے کس سلسلے میں فون کیا ہے صاف بولے انسپیکٹر خان میں سن رہا ہوں۔"

آریان انسپیکٹر کے بات کو گھما پھرا کر کرنے سے سخت بے زار ہوا۔

"بات یہ ہے آریان صاحب کے پیچھے دنوں جو گنڈے سڑک پر آپ کی مسز کو تنگ کر رہے تھے،

وہ پکڑائی میں آگئے ہیں، تو ان کے چہروں کی شناخت کے لیے آپ کو اور آپ کی مسز کو آنا پڑے گا،

بس اسی سلسلے میں آپ کو اس وقت تنگ کرنا پڑا۔"

انسپیکٹر خان اب کی بار بات کو گھمانے پر ان کے بجائے موضوع پر لا چکا تھا۔

"آپ کی اطلاع کے لیے بتاتا چلوں کے وہ میری مسز نہیں ہے، میں اس لڑکی کو بس سرسری سا جانتا ہوں۔"

آریان انسپیکٹر کی بات پر سخت بد مزہ ہوا۔ کے اس انسپیکٹر نے مس ٹینشن کو کچھ نہیں تو اس کی بیوی ہی بنا ڈالا تھا۔

"او'سوری آریان صاحب مجھے اندازہ نہیں تھا، لیکن آپ کو ان مس کے ساتھ آنا پڑے گا ابھی، تاکہ ہم ان گنڈوں کی نشاندہی کر کے ان پر مکمل کیس کر کے انھیں اندر ڈال سکے۔"

انسپیکٹر خان کی سنجیدگی میں ڈوبی آواز اسپیکر کے اس پار آریان کے کانوں میں پہنچیں تھی۔

"کیا آپ اسے خود سے کنٹیکٹ کر کے نہیں بلا سکتے انسپیکٹر خان۔؟؟"

آریان سخت بے زاریت سے پوچھنے لگا کیونکہ وہ ہر گز بھی میرا ل سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔

"انکا کنٹیکٹ نمبر نہیں ہے ہماری ٹیم کے پاس، اگر ہوتا تو ہم آپ کو ہر گز بھی یہ تکلیف نادیتے۔"

انسپیکٹر خان صاف گوئی سے بولتے گئے۔ اس کی بات پر آریان نے ایک گہری سر دسانس اپنے اندر اتار

کر جیسے خود کو کسی بات کے لیے منانا چاہا۔ پھر کچھ سوچ کر ٹھہرے ہوئے لہجے سے گویا ہوا۔

جبکہ دوسری طرف انسپیکٹر خان اس کے جواب کے منتظر تھے۔

"ٹھیک ہے، مگر کیا میں جان سکتا ہوں ان گنڈوں کو اتنی تاخیر سے کیوں گرفتار کیا پولیس نے۔"

آریان ہامی بھرتے ہوئے اپنے ذہن میں ابھرتے سوال کو زبان پر لانے سے ناروک سکا۔

"آپ تو جانتے ہیں آریان صاحب اس ملک میں کچھ بھی وقت پر نہیں ہوتا، پھر بھلا پولیس اپنا کام وقت پر کیسے کر سکتی ہے۔"

انسپیکٹر خان جیسے اسے حقیقت سے آشنا کروا رہے تھے۔

"ہم۔"

آریان اتنا بول کر فون کاٹ چکا تھا۔ اور دوسری طرف سے بھی لائن کاٹ دی گئی۔

فون کو کوٹ کی جیب میں ڈال کر وہ بیڈ پر بیٹھ سا گیا تھا۔ اسے اپنا فون اٹھانا اب احتمنا سالگ رہا تھا۔

کے آخر اس نے انسپیکٹر خان کا فون کال اٹھایا ہی کیوں کے اگر وہ فون نا اٹھاتا تو شاید مس ٹینشن سے ملنے کا جواز پھر سے نابتا۔

وہ جتنا اس سے دور رہنے کی سوچ رہا تھا قسمت اسے اتنا ہی اس کے نزدیک لے کر جا رہی تھی۔

بیڈ پر بیٹھا وہ پیچھلی ملاقات کو سوچتے ہوئے خود سے بڑبڑانے لگا۔

"آخر کیوں؟؟؟ میں جتنا سوچتا ہوں کے اب تم سے سامنا نا ہو قدرت میری بات کو رد کرتے ہوئے تم سے ملنے کا کوئی دوسرا جواز بنا دیتی ہے۔"

"آخر یہ سب کیوں ہو رہا ہے میرے ساتھ؟؟؟ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

وہ دھیمے قدرے دھیمے لہجے میں خود سے کہتا کھڑا ہوا تھا۔

"مگر میں نے اب سوچ لیا ہے، آج کے بعد ہم پھر کبھی نہیں ملے گے، میں چاہوں گا بھی تب بھی نہیں۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر خود سے کہتا اپنے قدموں کو کمرے سے باہر کی جانب دھکیلنے لگا تھا۔

کمرے میں پھیلی ہوئی پرفیوم کی خوشبو اب آہستہ آہستہ ماند پڑنے لگی تھی۔



اپنے کمرے میں موجود بیڈ پر بیٹھی وہ بے چینی اور ازطراب کی کیفیت میں مبتلا کمرے کی ہر چیز پر باری باری نگاہیں دوڑا رہی تھی۔

مگر اس کی بے چینی اور ازطراب تھا کہ ختم ہو کے نہیں دے رہا تھا۔

بیڈ پر بیٹھی اپنے سر کو دونوں ہاتھوں میں گرائے نا جانے اسے کتنی دیر گزر گئی تھی اس حالت میں بیٹھے ہوئے۔

صبح اٹھ جانے کے بعد وہ اسماعیل ملک صاحب سے بات کرنے کی غرض سے ان کے کمرے میں بھی گئی تھی۔

مگر ان کو وہاں ناپا کر اور راضیہ سے دریافت کرنے پر اسے معلوم ہوا۔

کے وہ تو آج جلدی ہی آفس چلے گئے تھے۔ اور یہ بات جان کر اسے قدرے مایوسی ہوئی تھی۔

اور اب وہ بے چینی سے بیڈ پر بیٹھی نا جانے کب سے کمرے کی ہر چیز کو بے معنی سا دیکھ رہی تھی۔

ابھی وہ ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی تھی کہ اس کے کانوں سے ایک آواز ٹکراتی ہوئی گزری۔

اور دروازے پر ہوتی مسلسل دستک پر اس نے اپنی سیاہ آنکھوں کو اٹھا کر دروازے کی جانب بلا ارادہ دیکھا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

جہاں سے مسلسل وقفے وقفے بعد سے دستک جاری تھیں۔ مسلسل ہوتی دستک کو خاطر میں لائے وہ باہر کھڑے شخص کو بلا آخر اندر آنے کی اجازت دے گئی تھی۔

باہر کھڑا وجود بھی اجازت ملنے پر ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اندر آیا تھا۔

اندر آتی راضیہ کو اس نے معنی خیزی سے دیکھا تھا جب کے دوسری طرف راضیہ اب اندر آکر میرال کی بے ترتیب ہوئی حالت پر تشویش کا شکار ہوئی تھی۔

اور اپنی یہ فکر وہ اس سے چھپا بھی نہیں سکی تھی۔ تبھی ہی اسے دیکھ کر بولی تھی۔

"میرال بی بی آپ ٹھیک تو ہیں؟؟"

راضیہ فکر مندی سے اسے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"ہمہ 'ٹھیک ہوں۔"

میرال اسے دیکھ کر فقط اتنا بول کر بلا ارادہ ہی اپنے حلیے کو دیکھنے لگتی ہے۔
جہاں کپڑے جگہ جگہ سے شکن زدہ ہو رہے اور سیاہ بال ابھی بھی بے ترتیبی کا شکار تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"لیکن آپ لگ تو نہیں رہی۔"

راضیہ اس کے جواب سے مطمئن کہا ہونے والی تھی آخر۔

"اور آپ کا ناشتہ بھی بالکل ویسے ہی رکھا ہوا ہے، جیسے میں کچھ دیر پہلے رکھ کر گئی تھی، میرے خیال سے آپ

نے ناشتہ بھی نہیں کیا اب تک۔"

وہ فکر مندی سے پہلے اسے اور پھر کمرے میں موجود ٹیبل پر رکھے ناشتہ کو دیکھ کر کہنے لگی۔ اسے میرال بی بی کی حالت قابل قبول نہیں لگ رہی تھی۔

"ہاں وہ مجھے بھوک نہیں تھی بس اسی لیے، تم بتاؤ کیوں آئی ہو کوئی کام تھا کیا۔؟؟"

میرال اس کے کہنے پر جواب دیتی استفسار کرنے لگی۔

پھر بیڈ سے نیچے اترتی ہوئی چند قدموں کا فاصلہ عبور کر کے بے مقصد ہی کینوس کی جانب چلی آئی تھی۔

اور کینوس پر لگی پینٹنگ کو دیکھنے لگتی ہے۔ جو بہت ہی خوبصورت سارات کا منظر پیش کر رہی تھی۔

"ہاں وہ بی بی جی میں آپ کو بتانے آئی تھی کہ وہ جو اس رات ہینڈ سم سے صاحب آپ کو چھوڑنے آئے

تھے نا، وہ آئے ہیں آپ سے ملنے۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

راضیہ میرال بی بی کے سوال پر اپنے یہاں آنے کی وجہ بتانے لگی۔

"کون؟؟؟، تم کس کی بات کر رہی ہو۔؟؟"

میرال اس کی بات پر نا سمجھی سے بے دھیانی میں پوچھ بیٹھی۔

اس کی سیاہ آنکھیں ابھی بھی کینوس پر بنی پینٹنگ پر مرکوز تھی۔

اس نے تو جیسے راضیہ کی بات پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

"وہی جنھوں نے آپ کو لفٹ دی تھی جب آپ کی گاڑی خراب ہو گئی تھی۔"

راضیہ کچھ سوچتے ہوئے بتا گئی۔

اس کی بات پر میرال چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگتی ہے۔

اسے اب فرق پڑا تھا تبھی ہی وہ پرسوچ انداز میں سوچتے ہوئے الجھے ذہن کے ساتھ سوال کرتی ہے۔

"انھوں نے اپنا نام کیا بتایا ہے؟؟، تم نے نام پوچھا ان سے؟؟"۔ وہ کافی حد تک سمجھ گئی تھی کہ راضیہ کس

کی بات کر رہی ہے۔ BEING THE STRING OF YOUR KITE

مگر کنفرم کرنے کی خاطر سوالیہ انداز میں پوچھنے لگی۔

سیاہ آنکھیں اپنی نوکرانی کی جانب ٹکی جواب کی منتظر تھی۔

"ریان! نہیں آر۔۔۔ ہاں یاد آیا آریان! آریان نام بتایا ہے انھوں نے"۔ راضیہ پرسوچ انداز میں ٹھہر

ٹھہر کر کہتی ہے۔

اس کی بات پر میرال بے یقینی کا شکار ہوئی۔ پھر خود سے ہی بڑبڑاتی ہوئی بولی۔

"وہ یہاں کیوں آیا ہے؟؟؟"

ابھی میرال غور فکر کے مرحلے میں ہی تھی کہ راضیہ جو اس کے جواب کی منتظر تھی۔

میرال بی بی کو کسی سوچ میں خود سے بڑبڑاتے دیکھ پوچھنے لگتی ہے۔

"بی بی جی کیا کروں میں ان صاحب کا۔" راضیہ سوالیہ نظروں سے دیکھ کر استفسار کرنے لگی۔

"تم ایک کام کرو، انھیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ میں کچھ دیر میں آتی ہوں۔" میرال اس کے سوال پر اپنی

سوچوں سے باہر نکلتے ہوئے کہتی ہے۔

"جی ٹھیک ہے بی بی جی۔"

راضیہ یہ کہہ کر کمرے سے چلی گئی تھی۔

جبکہ پیچھے وہ اپنے دماغ میں گردش کرتی تمام سوچوں کو جھٹکتے ہوئے واش روم کی جانب اپنے قدموں کو

بڑھانے لگتی ہے۔

قصر اسماعیل کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے اسے تقریباً دس سے پندرہ منٹ بیت گئے تھے۔

اس گھر کی ملازمہ اسے کچھ دیر پہلے ہی یہاں بیٹھا کر گئی تھی۔

یہ کہہ کر کے بی بی صاحبہ ابھی آرہی ہیں کچھ دیر تک۔ اور اب وہ ڈرائنگ روم میں لگے صوفہ سیٹ میں سے ایک سنگل صوفے پر براجمان تھا۔

بے صبری سے اپنا پہلو بار بار بدلتے ہوئے وہ اس کا منتظر تھا۔ جو آکر نہیں دے رہی تھی۔

کچھ پل ایسے ہی بیٹھے رہنے کے بعد وہ وقت گزرنے کی خاطر اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا ہوا ڈرائنگ روم کا جائزہ لینے لگا تھا۔ ڈرائنگ روم مختلف فرنیچر سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ نفاست سے سجادیکھائی دے رہا تھا اس بات کا اعتراف اس نے دل ہی دل میں کیا تھا۔

چلتے چلتے وہ ڈرائنگ روم میں لگی گلاس وال پر لگی پینٹنگز کو دیکھنے لگا تھا۔

جس کو اسے دیکھ کر اندازہ ہوا تھا کہ وہ میرال کی ہی بنائی ہوئی پینٹنگز ہیں۔

ابھی وہ ان ہی پینٹنگز کو دیکھ رہا تھا کہ اس کی نگاہ ان ہی پینٹنگز کے درمیان میں لگی ہوئی تصویر نے جو کہ ایک فیملی فوٹو فریم تھی۔

اس کی نگاہوں کی توجہ کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

اس تصویر میں موجود شخص کو دیکھ کر اس کے چہرے کے تاثرات عجیب سے ہونے لگے تھے۔

اس کے اندر کی بے چینی اور بے قراری سب اس کے چہرے پر جھلکنے لگی تھی۔

اس کی بھوری آنکھیں جیسے کچھ اور دیکھنے سے انکاری ہو چکی تھی۔

اسے جیسے اپنی آنکھوں پر یقین نا آیا تھا۔ شاید اس دیوار پر لگی تصویر پر یقین نہیں آیا تھا۔

ابھی وہ ایسے ہی کھڑا دیوار پر لگی ان پینٹنگز کو نظر انداز کرتے ہوئے

اس تصویر کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

جو دیکھتے ہی دیکھتے یقین میں بدلنے لگا تھا۔ کے ایک ملازمہ ہلکی سی آہٹ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہوتی ہے۔

اور چند قدموں کا فاصلہ عبور کرتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی چائے اور دوسرے لوازمات کی چیزوں کو ڈرائنگ

روم میں لگی ٹیبل پر سجانے لگتی ہے۔

ملازمہ کو اپنے کام میں مگن دیکھ آریان واپس سے اپنی جگہ پر آکر بیٹھ جاتا ہے۔

اور کچھ سوچ کر اپنے ذہن میں ابھرتے سوال کے جواب کو جاننے کے لیے۔

ٹیبیل پر چائے کے لوازمات کو سجانے کے بعد جاتی ہوئی ملازمہ کو مخاطب کرنے سے خود کو روک نہیں پاتا ہے۔

"بات سنیں۔"

آریان ملازمہ کو جاتے دیکھ دھیرے سے پکارتا ہے۔

اس کی پکار پر ڈرائنگ روم سے جاتی ہوئی سجو پلٹتی ہے اور سوالیہ نظروں سے آریان کو دیکھ کر پوچھتی ہے۔

Safar-e-Adab

"جی صاحب۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہ جو اس دیوار پر فیملی فوٹو لگی ہے کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں، اس میں یہ جو صاحب ہیں، وہ کون ہیں۔"

آریان کا اشارہ دیوار پر لگی فیملی فوٹو میں سے جھانکتے ایک ادھیڑ عمر شخص کی جانب تھا۔

اس کی نظروں کے ارتکاز پر ملازمہ نے بھی اس سمت دیکھا تھا۔

جہاں وہ فیملی فوٹو لگی ہوئی تھیں۔ پھر بغیر کچھ سوچے سمجھے کہتی ہے۔

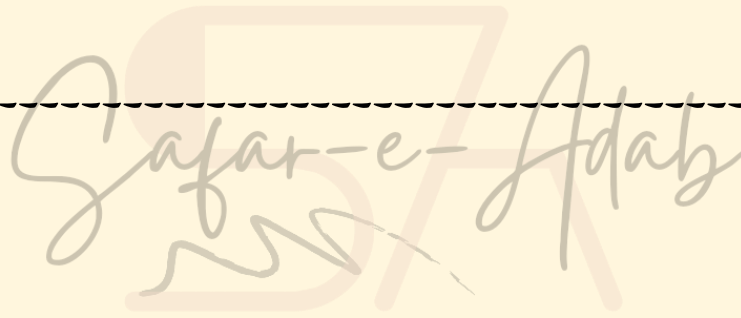
"یہ تو ہمارے بڑے صاحب جی ہیں، اسماعیل ملک صاحب۔"

اس کی بات پر آریان کا چہرہ کسی بھی قسم کے تاثر سے عاری دیکھائی دینے لگتا ہے۔

اس کے چہرے پر ایک تاریک سا سایا لہراتا ہے ملازمہ کا جواب سن کر۔

وہ عجیب نظروں سے دیوار پر لگی تصویر میں موجود شخص کو دیکھنے لگتا ہے۔

جبکہ سجو (ملازمہ) اس اجنبی شخص کو ایک نظر غور سے دیکھ کر وہاں سے چلی جاتی ہے۔



BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کی بھوری آنکھیں وقفے وقفے سے دیوار پر لگی فیملی فوٹو کی جانب گامزن تھیں۔ جبکہ اس کا دماغ کسی

گہری سوچ میں غرق دیکھائی دیتا تھا۔

ڈرائنگ روم میں مخصوص قسم کی خاموشی نے اپنا ڈیڑھ ڈالا ہوا تھا۔

ٹیبل پر سب سے لوازمات کو اس نے اب تک ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔

تبھی ہی وہ اپنی ناقدری پر رونا روتے نظر آئیں گے۔

ابھی ماحول کی فضا ایسے ہی سرد اور خاموش تھی کہ یکدم ہی کسی کی ہیل کی ٹک ٹک کی آواز نے ڈرائنگ روم میں چھائی خاموشی کو توڑا تھا۔

وہ ہیل کی ٹک ٹک کی آواز کرتی ہوئی ہی ڈرائنگ روم کے اندر داخل ہوتے ساتھ آریان کو بھی اپنی جانب متوجہ کر گئی تھی۔

بلیک جینز پر سفید کرتی پہنے، وہ سیاہ بالوں کی ہائی پونی ٹیل بنائے ہوئے تھی، نارمل میک اپ کیے ہوئے، وہ بلیک ہائی ہیل سے پیروں کو قید کیے ہوئے تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کو اندر آتے دیکھ آریان اپنی نظروں کا ارتکاز بدل چکا تھا۔ اور اب اپنی بھوری آنکھوں سے سیاہ آنکھوں والی لڑکی کو دیکھنے لگا تھا۔

جو حیرانگی بھرے تاثرات لیے اندر آکر اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ابھی اس سے پہلے کے وہ کچھ کہہ پاتا۔

کے سیاہ آنکھوں والی چند پل بھی اپنی حیرانی اپنے اندر نہیں رکھ سکی تھی۔

اور اگلے ہی پل چند قدموں کا فاصلہ عبور کر کے ڈرائنگ روم میں موجود ایک صوفے پر اپنی نشست سنبھال لیتی ہے۔

ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے وہ اب آریان کے بالکل سامنے والے صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔

جس کا مطلب تھا کہ اب سامنے بیٹھا شخص بھی پوری طریقے سے اس کی جانب متوجہ ہو جائے۔

چند پل ٹھہر کر وہ اس شخص کو جانچتی نظروں سے دیکھنے لگتی ہے جو بظاہر تو اسی کو دیکھ رہا تھا مگر دماغی طور پر کہی اور کھویا ہوا سا معلوم ہوتا تھا۔

پھر گلا کھنکار کر اسے دیکھتے ہوئے نازل سے لہجے میں ہی پوچھتی ہے۔

کیونکہ اسے اس شخص کا اپنے گھر آنے کا جواز اب تک سمجھ نہیں آیا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جان سکتی ہوں کہ کس سلسلے میں آئے ہو؟؟؟"

انداز کچھ سوالیہ سا تھا۔ اس کی سیاہ آنکھیں ہنوز اس شخص پر ٹکی تھیں۔

"جن گنڈوں سے بچنے کے خاطر اس رات بد قسمتی سے تم مجھ سے ٹکرائی تھیں، ان ہی کے سسرال والوں

نے ہمیں کھانے پر مدعو کیا ہے تو وہی لے جانے کے لیے آیا ہوں میں تمہیں لینے۔"

آریان اس کے استفسار کرنے پر طنز کرنا بھولا تھا۔ اس کے آنے کے جواز کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ وہ اس کے طنز کو بھی باخوبی سمجھ گئی تھی۔

تبھی ہی فوری طور پر سلگتے ہوئے کہتی ہے۔

"تو اکیلے ہی چلے جاتے نا، میں ویسے بھی ایسی دعوتوں میں جانا اپنا ذوق نہیں سمجھتی۔"

وہ اسے دیکھ کر دود و طنزیہ ایک اداسے بولی تھی۔

"ایسی دعوتوں میں جانا تمہارا ذوق نہیں ہے مگر گنڈوں سے ڈر کر بھاگنا تمہارے شوق میں ضرور شامل ہے۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولتا ہوا اسے لا جواب کر گیا تھا۔
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ جو یہاں نہیں آنا چاہتا تھا۔ مگر ناچاہتے ہوئے بھی اسے آنا پڑا تھا۔

تو اسی لیے وہ اس طریقے سے اپنا غصہ طنز کر کے کم کر رہا تھا۔ اپنی بات کہہ کر وہ ایک بار پھر دیوار پر لگی فوٹو کو دیکھنے لگا تھا۔

ابھی میرال جو اس کے طنز کرنے پر خود بھی اچھا خاصہ طنزیہ جواب دے کر دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی۔

کے اس شخص کے پھر سے طنزیہ جملہ کسنے پر سیخ پا ہونے کے بجائے تحمل سے بولتی ہے۔ کیونکہ اسے اس کی یہ بات دل کو لگی تھیں۔

"میں شوق سے نہیں خوف سے ڈر کر بھاگی تھیں ان گنڈوں سے۔"

"اور ایک عورت کے لیے اس کی عزت ہی اس کا سب کچھ ہوتی ہے، اور اپنی عزت کی حفاظت کرنے کے خاطر وہ بروقت کمزور سے طاقتور بھی بن جاتی ہے، اور طاقتور سے بزدل بھی۔" میرال سنجیدگی سے ٹھہر کر کہتی لمحے بھر کور کی تھی۔

پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے پھر گویا ہوئی۔

اس کی نظریں کہتے ہوئے اپنے گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھنے لگی تھی۔ اس کی بات پر آریان دیوار پر لگی فوٹو سے نگاہ ہٹا کر میرال کو دیکھنے لگتا ہے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

جو یکدم ہی اپنے موڈ کو طنزیہ سے شرمندگی میں بدل چکی تھی۔

اس کے چہرے کے تنے ہوئے تاثرات آہستہ آہستہ اب قدرے نرم پڑنے لگے تھے۔ میرال کے لہجے کی اداسی کو محسوس کر کے۔

"ہاں میں اعتراف کرتی ہوں اس بات کا کہ میں اس دن اپنی عزت کی حفاظت کی خاطر ہی بہادر بننے کے بجائے بزدل بن گئی تھی۔"

اس بات کا اعتراف اس نے اب جا کر کیا تھا۔ خود سے بھی اور اس شخص کے سامنے بھی۔

"ہمہ" سہی کہہ رہی ہو، لیکن اگر عورت ہی اپنے اندر سے بزدلی کا لفظ نکال باہر کر کے،

صرف طاقت اپنے اندر رکھ لے، تو اس دنیا کی کوئی بھی میلی نگاہ رکھنے والا مرد اس کی قہر برساتی نگاہ سے نگاہ نہیں ملا پائے گا۔"

آریان اس کی بات سن کر اسے دھیرے سے کہتے ہوئے۔ بزدلی اور طاقت کے بیچ کا فرق سمجھا گیا تھا۔

اس کے کہنے پر میرا بے اختیار اپنی نظریں اٹھا کر اس شخص کو دیکھنے لگی تھی۔

جو اس کی بزدلی پر اس کو مزید شرمندہ کرنے کے بجائے حوصلہ دے رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کی نگاہ اٹھتے ہی آریان اپنی نگاہ کا ارتکاز بدل کر سائنڈ ٹیبل پر لگے بجھے ہوئے لیمپ کو دیکھنے لگا تھا۔ پھر

کسی انجانے احساس کے تحت وہ بے ارادہ بولتا ہے۔

"اور میں چاہوں گا کہ تم بزدل ہر گز بھی نہ بنو۔"

لیمپ پر اپنی نگاہ گاڑے وہ بغیر اسے دیکھے بول گیا تھا۔ جب کے دوسری طرف بیٹھی میرال اسی کو دیکھ اور سن رہی تھی۔

اس شخص کی اس بات پر اس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ ابھری تھی۔
جو آریان کی نظروں میں نا آسکی تھی۔ ابھی چند پل ایسے ہی خاموشی کی نظر گزرے تھے کہ میرال کچھ سوچ کر اپنی تصدیق کے لیے پوچھتی ہے۔

"کیا واقعی ان گنڈوں کو پولیس نے پکڑ لیا ہے۔؟؟"

وہ اس سے پوچھ کر اس کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں ایسا ہی ہے، اور تبھی مجبوراً مجھے تمہیں لینے آنا پڑا، اگرچہ ایسا نہیں ہوتا تو میں کبھی نا آتا۔"

وہ اس کے سوال پر سنجیدگی سے کہتا صوفے سے کھڑا ہوا تھا۔

میرال کے دل میں ناجانے کیوں ایک ٹیس سی اٹھی تھی۔ جس کو وہ کسی خاطر میں نالائی تھی۔ اور اسے کھڑے ہوتے دیکھ یکدم کہتی ہے۔

"اگر مجبوراً ہی آنا پڑا ہے تو نہیں آتے، کیا ضرورت تھی آنے کی؟؟"

وہ بھی نارمل لہجے سے کہتے ہوئے کھڑی ہوئی تھی۔

اور بول کر بے وجہ ہی ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگی تھی۔ جبکہ آریان اسے نہیں بلکہ دیوار پر لگے فوٹو فریم کو دیکھ رہا تھا۔ جس سے میرال یکسر انجان تھی۔

"پولیس والوں کے پاس تمہارا کوئٹیکٹ نمبر نہیں تھا صرف اسی لیے، ویل میں تمہارا باہر گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں جلدی سے آ جاؤ ہمیں ابھی جانا ہے۔"

فوٹو فریم سے نگاہ ہٹا کر وہ اسے دیکھ کر ہدایت دیتا۔ جلدی سے باہر آنے کا کہنے لگا۔

پھر ایک آخری نگاہ سے دیوار پر لگی تصویر کو دیکھتے ہوئے وہ باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

پیچھے وہ چند پل تک ایک ہی پوزیشن میں کھڑی رہی پھر اپنے سر کو جھٹکتی ہوئی خود بھی اس کے پیچھے باہر کی جانب بڑھی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

آفس کے کین میں بیٹھے وہ کہی طرح کی فکروں میں لاحق تھے۔

وہ آج روز کے معمول کے ٹائم سے پہلے ہی آفس آگئے تھے۔ اور اتنی جلدی آکر بھی وہ کوئی بھی کام اب تک سہی سے نہیں کر پائے تھے۔

ان کا دل دماغ تو کل رات کی میرال کی باتوں اور خواب میں ہی اٹکا ہوا تھا۔

اتنے سالوں سے وہ جس بات کو لے کر اب جا کر مطمئن ہونے لگے تھے۔

توکل کی کہی میرال کی باتوں نے انھیں اب پھر سے بے سکون کرنا شروع کر دیا تھا۔ اپنے کین کی بڑی سی ٹیبل پر اپنے دونوں ہاتھوں کی کہنیوں کو ٹکائے وہ اپنے سر کو اپنی ہتھیلیوں پر گرائے ہوئے تھے۔

ان کے ذہن کے پردوں پر ماضی کے پنے کسی فلم کی طرح چل کر انھیں بے چین کر رہے تھے۔

ایک ہی پوزیشن میں بیٹھے کافی دیر تک جب وہ خود کو خود کے ذہن میں ابھرتے سوالوں سے مطمئن نہیں کر پائے۔ تو وہ یکدم ہی کسی سوچ کے تحت سیدھے ہو بیٹھے تھے۔

پھر اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی ٹیبل کی اوپری دراز کھول کر چند پل کی کوشش کے بعد اس میں سے اپنا موبائل فون برآمد کر کے ایک نمبر ڈائل کرنے لگے تھے۔

نمبر ڈائل کرتے ہوئے ان کی چہرے پر دوسری طرف سے فون اٹھائے جانے کی بے چینی رقم تھی۔ مگر فون تھا کہ اٹھائے ہی نہیں جا رہا تھا۔

شاید ہی اگلا بندہ مصروف تھا۔ کافی دیر تک فون نا اٹھائے جانے پر وہ کال کاٹ کر پھر سے کال ملانے لگے تھے۔

اور ایک نظر آفس کے کیبن میں لگی گھڑی کی جانب ٹائم دیکھنے لگے تھے۔

جو دوپہر کے دو بج رہی تھی۔ ابھی وہ ایسے ہی اضطرابی کیفیت میں مبتلا فون نا اٹھائے جانے پر فون کاٹنے ہی لگے تھے۔ کے یکدم ہی دوسری طرف سے فون اٹھالیا گیا تھا۔

اور اس پار ایک مردانہ سی بھاری آواز گو نجی ہوئی اسماعیل ملک صاحب کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

"ہیلو، کیا ہوا اسماعیل خیریت۔؟؟"

دوسری طرف والے کی مصروف سی آواز اس پار اسپیکر پر گو نجی ہے۔

"خیریت ہی تو نہیں ہے احمد میں بہت پریشان ہوں میرا لے کر۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اسماعیل ملک صاحب کی سنجیدگی میں ڈوبی آواز احمد صاحب نے بغور سنی تھی۔

اور فوری طور پر انھوں نے اپنے سامنے بیٹھے پیشنٹ کو اشارہ کر کے باہر جانے کا کہا تھا۔ جس پر ان کے

کلینک کے کمرے میں بیٹھا پیشنٹ کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

اور پھر وہ پوری توجہ سے اسماعیل ملک صاحب کی بات سننے کے لیے تیار تھے۔

"کیوں کیا ہوا ہماری گڑیا کو۔؟؟"

احمد صاحب نے فکر مندی سے پوچھا تھا۔

کیوں کے میرا ان کی آنکھوں کے سامنے ہی بڑی ہوئی تھی۔ اور وہ انھیں اپنی بیٹی کی طرح ہی عزیز تھی۔ تبھی وہ اپنی بیٹی کے جیسے اسے بھی گڑیا کہتے تھے۔

"ایسے بات کرنا مناسب نہیں رہے گا، کیا ہم مل کر بات کر سکتے ہیں۔؟؟"

اسماعیل ملک صاحب احمد صاحب سے مل کر بات کرنا چاہتے تھے۔ تبھی ہی سوالیہ پوچھنے لگے۔

"ہاں 'ہاں کیوں نہیں، میں بس دو، چار گھنٹے میں اپنے سارے پیشنٹ پنڈالوں، پھر تمہیں لوکیشن بھیج دیتا ہوں تم تب تک وہاں پہنچ جانا۔"

احمد صاحب ہامی بھرتے ہوئے ملنے کی ساری ترتیب انھیں بتانے لگے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

جس پر اپنے آفس میں بیٹھے اسماعیل ملک صاحب بھی سر ہلانے لگے تھے۔ پھر ایک دو باتوں کے بعد وہ فون بند کر کے۔

فون کو ٹیبل پر رکھ کر سامنے ٹیبل پر پڑی فائلوں کو کچھ توجہ سے دیکھنے لگے تھے۔

جن کو وہ صبح سے سہی طریقے سے دیکھ نہیں سکے تھے۔

گاڑی اسلام آباد کی سڑکوں پر دھیمی رفتار میں گامزن تھی۔ وہ اپنی مخصوص قسم کی خاموشی کے ساتھ گاڑی ڈرائیو کرنے میں مگن دیکھائی دے رہا تھا۔

جبکہ دوسری طرف بیٹھی میرال باہر کے مناظر میں کھوئی ہوئی سی معلوم ہوتی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

باہر کے مناظر میں کھوئے رہنے کے باوجود بھی وہ وقفے وقفے سے نگاہ آریان پر بھی ڈال رہی تھی۔

جو بغیر کوئی بات کریں خاموشی سے گاڑی کو اس کی منزل پر لے جا رہا تھا۔

اسے اس شخص کی خاموش طبیعت ہی ہمیشہ کھلتی تھی کہ یہ شخص آخر اتنا خاموش کیوں رہتا ہے۔

کے بس ضرورت کے وقت ہی بات کرتا تھا ورنہ نہیں۔

وہ جو بے پرواہ سا بیٹھا خاموشی سے بس گاڑی ڈرائیو کرنے میں مگن تھا۔

اپنے برابر بیٹھی لڑکی کی بار بار اٹھتی نگاہ کی تپش کو بھی خود پر پڑتے ہوئے محسوس کر رہا تھا۔

جو وہ اس پر ہر تھوڑی دیر کے وقفے کے بعد ڈال رہی تھی۔

مگر بظاہر خود سے کچھ نابولے۔

وہ ناجانے کیوں وہ اس کے خود سے بولنے کا منتظر تھا۔

ناچاہنے کے باوجود بھی دل یہ خواہش کر رہا تھا کہ برابر بیٹھی لڑکی کچھ تو سہی کچھ بھی سہی مگر بات نکالے۔

جبکہ دوسری طرف وہ گاڑی کے باہر کے مناظر کو دیکھتے ساتھ اس شخص کی شخصیت کو پہچاننے کی خود سے

کوشش کر رہی تھی۔ BEING THE STRING OF YOUR KITE

مگر جب اس سے یہ کام نہ ہو سکا تو وہ اپنی اس الجھن کو دور کرنے کے لیے اس سے سوالیہ پوچھنے لگتی ہے۔

"تم شروع سے ایسے ہو، یا میرے ساتھ ہی اتنے روڈ بن جاتے ہو۔"

اسکا اشارہ صاف صاف اس کی شخصیت میں گھلی سنجیدگی اور بے زاریت کی طرف تھا۔ جو وہ ہر ایک سے قائم رکھتا تھا سوائے محبت کے۔

اس کے سوال پر یکدم ہی گاڑی ڈرائیو کرتے آریان کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

جو وہ فوری طور پر چھپا چکا تھا۔ اس کے دل میں سکون سا اترتا تھا ایک عجیب سا سکون۔

مگر دوسری طرف شخصیت میں گھلی سنجیدگی اڑے آچکی تھی۔ اس لیے وہ اسے دیکھ کر سنجیدہ تاثر سے بولتا ہے۔

"مجھے کسی کی ذات کی وجہ سے خود کو تبدیل کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے، جو میں اندر سے ہوں ویسا ہی باہر سے ہوں۔" آریان صاف گوئی سے اسے دیکھتے ہوئے جتا گیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

میرال جو کب سے اسے ہی دیکھ رہی تھی اور اس کے جواب کی منتظر تھی۔

اس کے جواب دینے پر بے اختیار سوالیہ پوچھتی ہے۔

"تو اسکا مطلب تم اپنے بچپن سے ہی ایسے ہو؟؟؟"

انداز نارمل سا تھا۔ مگر آریان کو اس کی یہ بات بری طرح متاثر کرنے کے لیے کافی تھی۔

اس کے لفظوں نے اسے گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہونے کے باوجود بھی کہی اور پہچا دیا تھا۔

جو اس کے لیے تکلیف کا باعث تھی۔ اور ابھی وہ کمزور نہیں پڑ سکتا تھا۔

اس لیے اگلے ہی پل اپنی بھوری آنکھوں کو ایک دفعہ سختی سے بھیجتے ہوئے بند کر کے پھر کھول کر وہ بغیر اسے دیکھے بولتا ہے۔

گاڑی ابھی بھی دھیمی رفتار سے چل رہی تھی۔

اس نے گاڑی کو روکا نہیں تھا۔ اسکا دائیں ہاتھ مستقل طور پر اسٹیرنگ پر جمنا تھا۔

جبکہ میرال نے ایک لمحے کے لیے بھی اس شخص سے اب اپنی نگاہ ہٹانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ وہ اب پوری توجہ سے آریان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں کب سے ایسا ہوں اور کب سے نہیں ہوں یہ باتیں تمہارے جاننے کی ہر گز نہیں ہیں، تو بہتر ہو گا اب اس موضوع پر بات نہیں کرو۔"

وہ کچھ سختی سے کہتا اسے تنبی کر گیا تھا۔ اور اپنے دل میں ابھرتی اس سے بے وجہ بات کرنے کی ان چاہی خواہش کو بھی وہ ڈپٹ کر سلا چکا تھا۔

اور پھر بغیر کسی سوچ کو سوچنے کے بجائے گاڑی کو اس کی منزل کے قریب تر لے جانے لگا تھا۔

جبکہ میرال ایک بار پھر گاڑی کے باہر کے منظر کو دیکھنے لگتی ہے۔

بغیر دوبارہ سے کوئی سوال کرے کیونکہ اسے اس شخص کی سخت تنبی سے زیادہ اس کی بھوری آنکھوں میں
ہوئی ٹوٹ پھوٹ چوڑکار ہی تھی۔ جو اس کے پوچھنے پر اس کی آنکھوں میں دھڑائی تھی۔

قریب دو سے تین گھنٹے لگے تھے انھیں پولیس ٹیشن کی کارروائیوں سے فارغ ہونے میں۔
BEING THE STRING OF YOUR KITE

جہاں آسمان پر چمکتا سورج بھی اب ڈھلنے کو بے تاب تھا۔ وہی دوسری جانب وہ دونوں آپ کو پولیس ٹیشن
کے بڑے سے داخلی دروازے سے باہر آتے دیکھائی دے گے جس کے باہر دو پولیس حوالدار تعینات
آس پاس سے یکسر غافل آپس میں مہو گفتگو تھے۔

اور ان جیسے اور بھی لوگ اس پولیس ٹیشن کے مرکز میں چلتے پھرتے آپ کو نظر آئے گے۔

وہ دونوں مجبوراً کہی گھنٹے اس پولیس ٹیشن میں گزار کر اب جا کر فارغ ہوئے تھے۔

کام اچھا ہو یا برا، انسان مجرم ہو یا مظلوم، عدالت ہو یا پولیس دونوں ہی اتنا ہی خوار کرواتے ہیں۔
انسان کو جتنا ایک محبوب اپنے عاشق کو۔ خاموشی سے چلتے ہوئے ان دونوں کے قدم پولیس ٹیشن کے
داخلی دروازے سے باہر آ کے کچھ دور آ کر تھمتے تھے۔

پھر اگلے ہی پل آریان میرال کی جانب مڑا تھا۔ اور اس پر اپنی بھوری نگاہ ڈال کر عام سے لہجے میں کہتا
ہے۔

"تم یہاں ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں گاڑی لے کر۔"

وہ یہ کہہ کر میرال کے ہاں میں ہلتے سر کو دیکھتے ہوئے وہاں سے جا چکا تھا۔

جبکہ میرال کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔ پھر جیسے ہی وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہوا۔
وہ اپنے بیگ سے موبائل نکال کر ایسے ہی دیکھنے لگتی ہے۔

ہائی پونی ٹیل میں بندھے سیاہ بال تیز ہواؤں کی نسبت ہوا میں جھولنے لگے تھے۔

جبکہ سیاہ آنکھیں موبائل کی اسکرین پر جمی ہوئی تھی۔ جس سے وہ بالکل بے پرواہ بنی موبائل فون میں مکمل
غرق دیکھائی دے رہی تھی۔ ابھی چند ہی پل گزرے تھے اسے انتظار کرتے ہوئے۔

کے کوئی تیزی سے اس کے پاس سے گزرتے ہوئے بری طرح اس سے ٹکرایا تھا۔

اور یہ ٹکراتنی شدت اختیار لئے ہوئی تھی کہ میرال کے ہاتھ سے فون زمین بوس ہوتے ہوتے بچا تھا۔ اور وہ پہلے موبائل کو پھر خود کو سنبھالنے کے بعد غصے کے عالم میں ٹکرانے والے شخص کو پلٹ کر گھور کر دیکھتی ہے۔

اور اپنے مقابل کھڑے اپنا کندھا دباتے شناسا شخص کو دیکھ کر وہ کچھ غلط کہنے سے خود کو باز رکھتی ہے۔ اور بے اختیار بولتی ہے۔

مقابل کھڑے شخص کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا اور وہ بھی اسے دیکھ کر اپنا کندھا دباننا چھوڑ کر اپنے لبوں کو او کی صورت میں ڈھالتا ہے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

لیکن اس سے پہلے کے اس کے لب کچھ ادا کرتے میرال کے لب بول پڑے۔

"آپ؟؟۔۔۔ اور یہاں؟؟"

میرال کے لہجے میں واضح طور پر بے یقینی تھی۔

اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ جس نے اس کی جان بچائی تھی۔ اس سے اس کی ملاقات پھر سے ہو جائے گی وہ بھی اتنی جلدی۔

یہی کچھ حال شایان کا بھی تھا۔ اس کے پوچھنے پر وہ بھی اپنی حیرانی چھپا نہیں پایا تھا۔ تبھی ہی اسے دیکھ کر دو قدم اس کی جانب بڑھ کر اس کی بات کا جواب دے کر پوچھتا ہے۔

"جی میں تو پیشے سے وکیل ہوں اس لیے یہاں آجاسکتا ہوں، مگر آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔؟؟"

اس کا اشارہ صاف لفظوں میں پولیس ٹیشن کی جانب تھا۔ جس کے داخلی دروازے کے سامنے کھڑے ابھی وہ دونوں آپس میں مہو گفتگو تھے۔

"اواچھا" میں تو بس ایک چھوٹے موٹے کام کے سلسلے میں آئی تھی یہاں، ایسا کچھ خاص نہیں ہے جو بتایا جائے۔"

میرال نے اپنے آنے کے مقصد کو بتانا ضروری نہیں سمجھا تھا تبھی ہی عام سے لہجے میں کہتی ہے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اچھا ویسے اس دن کے بعد سے آپ پر کسی نے حملہ تو نہیں کیا نا؟؟، اور آپ نے اپنے اوپر ہوئے حملے کی رپورٹ لکھوائی بھی تھی یا نہیں؟؟، کیوں کے ایسے قاتلوں کو کھلے عام نہیں چھوڑا جاسکتا بلکل بھی وہ آپ پر پھر حملا کر سکتا ہے۔"

اس کے کہنے پر شایان کچھ سوچ کر پوچھتا ہے۔

وہ جو اسے جواب دے کر اپنی سیاہ آنکھیں آریان کو تلاش کرنے میں ایسے ہی سرسری دوڑا رہی تھی اس کی اگلی بات پر چونکتی ہوئی اسے دیکھنے لگتی ہے۔

جو منتظر نگاہوں سے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"نہیں میں نے تو ایسا کچھ نہیں کیا ابھی تک۔"

میرال غائب دماغی سے جواب دیتی ہے۔ اس کا دماغ اپنے اوپر ہوئے حملے کے حوالے سے سوچنے لگ جاتا ہے۔

جس کو ان دنوں تو وہ یکسر فراموش کر چکی تھی۔

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ قاتل آپ پر پھر سے وار کر سکتا ہے؟؟، کیا آپ اسے موقع دے رہی ہیں کے دوسری بار وہ اپنے عمل کو یقینی بنالے۔؟؟"

شایان بے یقینی سے سوال کرتا ہے۔ اسے عجیب لگا تھا کہ یہ امیر گھرانے کی لڑکی اپنی جان کی پروا کیے بغیر بے پروا ہو کر گھوم رہی تھی۔ اسے اس وقت اس انجان لڑکی پر سخت غصہ آیا تھا۔

جس کو وہ اپنے لہجے سے چھپا بھی نہیں سکا تھا۔ اس کے سخت لہجے ہر میرال اپنی سوچوں سے باہر نکلتی ہوئی بولتی ہے۔

"ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کے ایسا کچھ نا ہو اور مجھ پر ہو حملہ محض بس ایک اتفاق ہو۔"

دل چیخ چیخ کر اس حملے کے اتفاق نا ہونے کی دلیلیں پیش کر رہا تھا اندر ہی اندر۔ مگر وہ تو جیسے اسے اتفاق بنا ہی دینا چاہتی تھی۔

ابھی وہ دونوں آپس میں مہو گفتگو ہی تھے۔ کے دوسری سڑک کو پار کرتے ہوئے ایک بلیک کلر کی کرولا کار اس پولیس ٹیشن کے انٹرنس سے داخل ہوتے ہوئے پولیس ٹیشن کے اندر آئی تھی۔ اور ان دونوں سے تھوڑی ہی دور جا کر رک گئی تھی۔

ابھی گاڑی کے انجن کو بند کر کے وہ گاڑی سے باہر ہی نکلنے لگا تھا کے اس کی نگاہ اٹھی اور ٹھہر سی گئی۔

Safar-e-Adab

ٹھیک اسی جگہ پر جہاں میرال کے ساتھ اسے ایک شناسا شخص کھڑا دیکھائی دیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

جہاں وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ پولیس ٹیشن میں پارکنگ نا ہونے کی صورت میں وہ اسے چھوڑ کر اس پولیس

ٹیشن سے چند ہی قدموں کی دوری پر واقع پارکنگ سے اپنی گاڑی واپس لینے گیا تھا۔

جہاں آتے ہوئے اس نے اپنی گاڑی پارک کی تھیں۔

گاڑی کو بند کرنے کا ارادہ ترک کر تا وہ اپنی بھوری آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ رہا تھا جو اس کی آنکھوں

میں چین کا احساس پیدا کر رہا تھا۔

مگر اپنی اس چبن کو بھی وہ نظر انداز کرے مستقل مزاجی سے اسی جگہ پر دیکھ رہا تھا جہاں وہ دونوں کھڑے اس کی موجودگی سے بے خبر تھے۔

"اگر آپ کو ایسا لگتا ہے تو مان لیتے ہیں مگر ایک وکیل ہونے کی حیثیت سے اور اپنی آنکھوں سے اس رات ہوئے آپ پر حملے کو دیکھنے کے بعد میں یہی کہوں گا یہ سب ایک اتفاق نہیں تھا۔"

شایان اس کی بات سے بھلا کہا مطمئن ہونے والا تھا۔

اسے تو پہلی نظر میں اس پر ہوا حملہ کہی سے بھی اتفاق نہیں لگا تھا۔ مگر ناجانے کیوں سامنے کھڑی لڑکی اس کی بات کو مان نہیں رہی تھی۔ "آخر کو کیوں؟؟" اس نے یہ بات دل میں سوچی بولی ہر گز نہیں تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہمہ!! میں سوچوں گی اس بارے میں۔ ویل میں آپ کی شکر گزار بھی ہوں آپ نے میری جان جو بچائی تھی اس دن۔ اور میں آپ کا شکریہ بھی سہی سے ادا نہیں کر سکی تھی۔"

میرال بات کے موضوع کو بدلنے کے خاطر نارمل سے لہجے میں بولتی ہوئی آخری میں شکریہ بھی ادا کرنے لگتی ہے۔ کیونکہ وہ فحال اس سب کے بارے میں نہیں سوچنا چاہتی تھی۔ اس لیے وہ یکدم ہی موضوع بدل گئی تھی۔

"ٹھیک ہے جیسے آپ کو ٹھیک لگے۔ لیکن شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس دن میری جگہ کوئی اور بھی ہوتا وہ ایسے ہی آپ کی مدد کرتا جیسے میں نے کی۔"

شایان عام سے لہجے میں کہتا ہے۔ اس کی بات پر میرا ل اثبات میں سر ہلا دیتی ہے پھر اپنی گردن کو ترچھی کر کے آریان کو تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ مگر وہ اسے وہاں کہی نظر نہیں آتا۔ ابھی وہ اپنی نظریں ادھر ادھر دوڑا ہی رہی ہوتی ہے کہ شایان کچھ سوچ کر باغور اسے دیکھ کر کچھ کہہ کر سوالیہ سا پوچھتا ہے۔

"ناجانے کیوں، مگر میں آپ پر ہوئے حملے کو اتفاق نہیں سمجھتا۔ تو کیا ہم پھر اس موضوع پر بات کر سکتے ہیں کہی مل کر۔ اگر آپ کو اعتراض نا ہو تو؟؟"

وہ ٹھہر ٹھہر کر کہتا جیسے اس سے اجازت طلب کر رہا تھا۔ کیونکہ اسے اب تک میرا ل پر ہوا حملہ کہی سے بھی اتفاق نہیں لگ رہا تھا۔ اور پیشے سے وکیل ہونے کی حیثیت سے تو ہر گز نہیں۔

اس شخص کی یکدم سے کہی گئی بات پر وہ آریان کو تلاش کرنا بھول کر اپنی گردن کو واپس اس کی طرف موڑ کر اس شخص کو غور سے دیکھنے لگتی ہے۔ پھر گہری سانس اپنے اندر اتارتے ہوئے کچھ سوچ کر اپنے دائیں

کندھے پر لٹکے ہوئے بیگ سے کچھ تلاش کرنے لگتی ہے پھر اس میں سے ایک کارڈ برآمد کرتے ہوئے اس پر اپنا فون نمبر اتار کر وہ کارڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہتی ہے جس کو شایان سہولت سے تھام لیتا ہے۔

اس سارے عرصے میں جو ایک چیز ہوئی تھی۔ وہ میرال کے بیگ سے ایک اور کارڈ کا زمین پر گر جانا تھا۔ جو اس کے جلدی میں بیگ کھولنے کے چکر میں بیگ سے باہر نکلتے ہوئے زمین پر جا گرا تھا۔ اور ان دونوں کی نظروں میں بھی نا آسکا تھا اب تک۔

گاڑی میں بیٹھا ہوا بھوری آنکھوں والا شخص بڑے ہی غور سے اس سارے منظر کو دیکھ رہا تھا۔ اور اسے اب یہ سب ناگوار گزر رہا تھا۔ اس سے اب یہ سب برداشت کرنا مشکل سا ہونے لگا۔ اسی لیے وہ فوری طور پر کار کا دروازہ کھول کر اس میں سے باہر نکلتا ہے اور اپنے قدموں کو تیزی سے ان دونوں کی جانب لے جانے لگتا ہے جہاں وہ دونوں کھڑے باتوں میں مصروف تھے۔

"اس پر میں نے اپنا فون نمبر درج کیا ہے۔ آپ جب فارغ ہو تو مجھے اس پر کانٹیکٹ کر لینا ہم مل لیں گے۔" نجانے کیوں کس سوچ کے تحت وہ یہ کر گئی تھی۔

"اوکے میں چلتا ہوں پھر ملاقات ہوتی ہے۔" شایان کارڈ کو ایک نظر دیکھتے ہوئے عام سے لہجے سے کہتا ہے۔ پھر اسے اپنے سفید کورٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے میرال کی نظروں سے دور ہونے لگتا ہے۔

ابھی وہ ایسے ہی اپنی جگہ پر کھڑی شایان کو اپنی نظروں سے دور ہوتا دیکھ رہی تھی کہ اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے اور وہ پلٹ کر اپنے پیچھے دیکھتی ہے جہاں آریان کھڑا اسے باغور دیکھ نہیں بلکہ گھور رہا تھا۔ میرال کچھ کہنے کے ارادے سے ابھی اپنے لب کھولتی ہے کہ آریان ایک نظر پولیس ٹیشن کے اس داخلی دروازے کو دیکھ کر پوچھتا ہے جہاں سے اسی وقت شایان پولیس ٹیشن کے اندر کی جانب بڑھتا ہے۔

"میرے خیال سے غلطی سے اس سے جان پہچان نکل آئی تھیں تمھاری۔ تبھی اس سے اتنی باتیں ہو رہی تھی!!" آریان خود پر ضبط کرتا اپنی نگاہ کا ارتکاز بدل کر سنجیدہ تاثر سے کہتا ہے۔ اب کے بھوری آنکھیں پولیس ٹیشن کے داخلی دروازے کو دیکھنے کے بجائے میرال پر ٹک گئی تھی۔

"جان پہچان والے لوگوں کے ساتھ سڑک پر کھڑے ہو کر باتیں کون کرتا ہے بھلا، ان کے ساتھ تو کیفے میں بیٹھ کر گپے لگائے جاتے ہیں۔" وہ اس کی بات پر بظاہر تو نارمل لیکن لفظوں کو چبا چبا کر بولی تھی۔ اسے ذرہ پسند نہ آیا تھا اس کے منہ سے یہ بات سننا۔ سیاہ آنکھیں بھی بھوری آنکھوں پر ٹکی تھی۔

"تو پھر کیفے ہی چلے جانا تھا نا۔ کیوں نہیں گئی۔" میرال کے کہنے پر وہ بھی دوبدو سر دلہجے سے کہہ گیا۔ اور اسے وہی چھوڑ کر پلٹ کر گاڑی کی طرف بڑھنے لگتا ہے اسے سخت ناگوار گزرا تھا شایان کا میرال کے ساتھ کھڑے ہو کر باتیں کرنا۔ میرال بھی اسے جاتے ہوئے دیکھ ایک گہری و سر دسانس اپنے اندر اتارتے ہوئے سر کو جنبش دیتی ہے پھر اسی کی پیروی کرتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھتی ہے اور چند ہی پل بعد آگے پیچھے چلتے ہوئے وہ دونوں گاڑی کے قریب پہنچ کر اس میں سوار ہو جاتے ہیں۔

پولیس ٹیشن کے اے ایس پی زمان کے کیمین میں موجود وہ اس وقت اس کیمین میں لگی مخصوص ٹیبل کی مہمان کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھا تھا۔ اپنے سامنے رکھی ٹیبل پر ٹشو باکس میں سے وہ چند ٹشو نکال کر اس سے گلاب بنانے کے ساتھ ساتھ زمان کا انتظار بھی کر رہا تھا۔ اور زمان تھا کہ آکر نہیں دے رہا تھا۔ ابھی وہ ٹشو کے گلاب بنانے کے آخری مرحلے میں ہی تھا کہ بڑے سے کیمین کا لکڑی کا دروازہ کھول کر اچھے قد کا ٹھ اور بھری بھری جسامت والا زمان کیمین میں داخل ہوا۔ اور چند قدموں کا فاصلہ مٹاتے ہوئے میٹھی سی مسکراہٹ شایان کی طرف اچھال کر سربراہی کر سی کو سنبھالتے ہوئے پوچھنے لگتا ہے۔

"بڑے دن بعد آئے ہو ملنے! تمہیں تو باہر سے آئے ہوئے بھی کافی دن گزر گئے ہیں۔ پھر اتنی تاخیر سے کیوں آنا ہوا؟"

زمان کے لہجے سے واضح طور پر شکوہ جھلک رہا تھا۔ اسے ناگوار گزرا تھا شایان کا اتنی دیر سے اس سے ملنے آنا۔ کیونکہ وہ اپنے واحد دوست سے ملنے کے لیے کب سے منتظر تھا۔ اور شایان تھا کہ پاکستان آنے کے بعد بھی اتنی لیٹ ملنے آیا تھا اس سے۔ اس لیے لہجے میں شکوہ تو بنتا تھا۔

"کیا بتاؤں یا رہ بس کچھ مصروفیت ہی ایسی تھی۔ میں کیا کرتا۔ جیسے ہی فارغ ہوا ہوں ویسے ہی تجھ سے ملنے آیا ہوں۔"

وہ ہاتھ میں پکڑے آدھے بنے گلاب کو زمان کی جانب بڑھاتے ہوئے کہتا ہے۔ زمان کے شکوے پر اسے بھی شرمندگی ہو رہی تھی۔ مگر وہ لہجے کو نارمل رکھتے ہوئے ہی بولا تھا۔

"تو نے ہمیشہ ایسے ہی ٹالنا ہوتا ہے، اچھا چل بعد میں سن لو نگا تیرے یہ مصروفیت کے پنگے۔ پہلے یہ بتا جائے پیے گایا کافی؟" زمان اس کے ہاتھ سے گلاب لیتا ہوا رسیور اٹھاتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"کافی۔" شایان جواب دے کر مسکراتے ہوئے جیب سے موبائل نکال کر چیک کرنے لگا تھا جہاں ابھی تک عنایہ کے نام کی کوئی نوٹیفیکیشن اسے موصول نہیں ہوئی تھی۔ اور زمان کان سے رسیور لگائے کافی کا

آڈر دینے لگا تھا تبھی ہی ایک کانسیبل لکڑی کے دروازے کو پار کرتے ہوئے اندر آیا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں دو تین موٹی موٹی فائلز تھام رکھی تھی۔ اور وہ زمان کو پکارتے ہوئے کہتا ہے۔

"سریہ بہت پرانے کیسوں کی فائلز ہیں۔ جو بغیر کسی کروائی کے بند کر دے گئے تھے۔ ان کی فائلز کا کیا کرنا ہے؟ کیوں کے اوپر سے آڈر ہے کے پرانے کیسوں کو خارج کر دیا جائے۔"

وہ کانسیبل ان فائلوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اپنے سر کو دیکھ کر بتانے کے ساتھ ساتھ سوال کرنے لگا تھا۔ موبائل سے نگاہ ہٹاتے ہوئے شایان نے ناچاہتے ہوئے بھی کانسیبل کی بات کو باغور سنا پھر واپس سے موبائل پر نگاہیں مرکوز کر لیتا ہے۔

"ٹھیک ہے انھیں یہی رک دو میں ایک دو دن تک انھیں پڑھ کر تمہیں دے دوں گا پھر تم انھیں خارج کر دینا۔" زمان رسیور کو واپس سے کریڈل پر ڈال کر ایک نظر ان فائلوں کی جانب دیکھ کر کچھ سوچ کر اس کانسیبل کو حکم دیتا ہے۔ وہ کانسیبل اس کی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان فائلوں کو اس کی ٹیبل پر رکھ کر چلا جاتا ہے۔ جب کے زمان ان فائلوں کو جائزہ لیتی نگاہ سے کھول کر دیکھنے لگتا ہے۔ شایان سرسری سا زمان کو ان فائلوں میں الجھے دیکھ کر سی کو آگے پیچھے کر کے جھولانے لگتا ہے۔ اسے شدت سے عنایہ کے کسی میسج کا انتظار تھا۔

"کتنے بے بس ہوتے ہونگے وہ لوگ جو کیس کرتے ہیں اپنے پیاروں کو انصاف دلانے کے خاطر، تاکہ انہیں انصاف ملے، لیکن پھر کسی مجبوری کے تحت وہ کیس بند کروا دیتے ہیں، اور مجرم کھلے عام پھرتے ہیں۔" زمان نے ان فائلوں میں سے ایک کو دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا۔ اس کے لہجے میں افسوس تھا۔ اس کے بے وقت تبصرے پر شایان سیدھا ہو بیٹھا۔ ہاتھ میں پکڑے موبائل کو پھر سے جیب میں ڈال کر وہ اب مکمل طور پر زمان کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا مطلب، کیا آج بھی ایسا ہوتا ہے؟؟" وہ نا سمجھی سے پوچھ بیٹھا۔

"ہوتا ہے، ایسا ہی تو ہوتا ہے، دیکھ یہ ساری فائلیں ایسے ہی تو کیسوں سے بھری ہوئیں ہیں، جن کے کیس عدالت میں جانے سے پہلے ہی بند کروا دیے جاتے ہیں۔" زمان صاف گوئی سے بولتے ہوئے آخر میں تاسف کا اظہار کرنے لگا۔ اس کی بات کو باغور سنتے شایان نے ہاتھ بڑھا کر ان میں سے ایک فائل کو اٹھایا پھر اسے کھول کر بے وجہ ہی دیکھنے لگا۔ پھر جیسے کسی سوچ کے تحت کہتا ہے۔

"کیا میں ان فائلوں کو گھر لے کے جاسکتا ہوں؟ کیونکہ میں انہیں تفصیل سے پڑھنا چاہتا ہوں، ویسے بھی آج کل کرنے کو کچھ نہیں ہے جب تک کوئی کیس ہاتھ نہیں آتا تو۔۔۔"

شایان نے سنجیدگی سے اسے دیکھ کر جیسے اجازت چاہی۔

"ٹھیک ہے، لیکن پھر کچھ ٹائم بعد واپس لے آنا، کیونکہ پھر مجھے انہیں کیسوں کو خارج بھی کروانا ہو گا۔" زمان نے بلا تخیل جواب دیا۔ وہ فقط سر ہلا گیا۔

اس کے بعد کچھ دیر تک وہ دونوں آپسی گفتگو کرتے رہے۔ پھر شایان زمان سے اجازت لیتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا پھر ٹیبل پر رکھی فائلوں کے پلندے کو اٹھاتے ہوئے رسمی علیک سلیک کے بعد زمان کے کیمین سے باہر نکل گیا۔ ابھی وہ پولیس ٹیشن کے داخلی حصے سے باہر ہی آیا تھا کہ اس کے قدموں کے نیچے انجانی سی چیز آئی جس کی وجہ سے وہ ٹھہر سا گیا اور رک کر نیچے زمین کی جانب دیکھنے لگا۔

پھر اپنا ایک قدم پیچھے کو لیا اور اپنی نگاہوں کو زمین پر جما گیا۔ جہاں نیچے پولیس ٹیشن کی پتھرلی روش پر اسے ایک کارڈ پڑا ہوا دیکھائی دیا۔ تھوڑا سا جھک کر ناچاہتے ہوئے بھی اس نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھا کر اس کارڈ کو اپنی گرفت میں لیا پھر نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔ جو کسی کا سی این آئی سی معلوم ہوتا تھا۔

دوسرے ہاتھ میں فائلوں کو تھامے وہ سی این آئی سی ہر باغور اس انسان کا نام پڑھنے لگا۔ پھر اس انسان کا نام پڑھ کر اسے تھوڑی دیر پہلے والی میرال سے اپنی یہاں ہوئی ملاقات یاد آئی۔ اور پھر وہ اگلے ہی پل کچھ سوچ کر اس کے سی این آئی سی کو اپنی پینٹ جیب میں اڑستے ہوئے اس پولیس ٹیشن سے اپنے قدموں کو باہر کی طرف بڑھانے لگتا ہے۔

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

گاڑی اسلام آباد کی سرمئی سڑکوں پر روادا تھیں۔ گاڑی میں بیٹھا وجود ایک اجنبیت کا لبادہ اوڑھے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ جبکہ برابر میں بیٹھی میرال سرسری سی نگاہ سے اسے گاڑی ڈرائیو کرتے دیکھ رہی تھیں۔ اسے تو کوئی ضرورت نہیں تھی اس خاموش طبیعت انسان سے بات کرنے کی۔ لیکن اس کی خاموشی اسے ایک طرح سے اندر ہی اندر الجھا بھی رہی تھی اور وہ یہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس شخص کو آخر اتنا غصہ کیوں آیا تھا وجہ۔

کافی دیر ایسے ہی خاموشی سے بیٹھی وہ بے وجہ ہی یکدم اپنا موبائل نکال کر دیکھنے لگی۔ اس کی لاپرواہی گاڑی ڈرائیو کرتے آریان کو اندر کہی سلگا رہی تھیں۔ لیکن بظاہر وہ خود بھی پوری توجہ سے لاپرواہ بنا بیٹھا گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ مگر جب اپنے برابر بیٹھی لڑکی کو خاموش دیکھا جواب اسے نظر انداز کرتے ہوئے موبائل دیکھنے لگی تھی۔ تو وہ خود کو اسے کچھ بھی کہنے سے باز نہ رکھ سکا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جوا جیسی ہوا کرے اس سے مت ملا کرو۔" لہجہ تنبی کرنے والا تھا۔ وہ چاہنے کے باوجود بھی اپنے لہجے پر سرد پن نالا سکا۔ لیکن چہرے کے تنے ہوئے تاثرات اس کے غصے میں ہونے کی نشاندہی کر رہے تھے۔

"کس حیثیت یا رشتے سے مجھے یہ تلقین کی جا رہی ہے!" موبائل سے نگاہیں ہٹا کر وہ کہہ کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ بات تو اس سے کر رہا تھا لیکن نظریں سامنے سڑک پر جمی تھیں اور دونوں ہاتھ اسٹیرنگ کے گرد تھے۔ اس کے پوچھنے پر آریان نے ایک سرسری سی نگاہ سے اسے دیکھا لیکن جواب کچھ نادے سکا۔ پھر اگلے ہی پل اپنی نظریں واپس سامنے کے منظر پر مرکوز کر لی جہاں سڑک پر مختلف قسم کی گاڑیاں بھاگتی دوڑتی نظر آرہی تھیں۔

نجانے کیوں دل آمادہ ہی نہیں تھا سامنے بیٹھی لڑکی کی حیثیت اسے بتانے کے لیے۔ یا ابھی خود وہ اپنے دل میں چھپے بھید کو جان ناسکا تھا۔ میرال جو منتظر نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اور اس سے اب کسی جواب کی توقع کر رہی تھیں۔ لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب ناپا کر چند پل یونہی ٹھہر کر پھر سے موبائل کی اسکرین کو دیکھنے لگتی ہے۔ پھر جیسے خود سے کچھ سوچ کر گاڑی میں چھائی خاموشی کو خود سے توڑنے کی غرض سے موبائل کو بند کرتے ہوئے کہتی ہے۔

"میں بس اس سے ایکسیڈینٹلی طور پر ملی تھیں، اور آج جب ملاقات ہوئی تو بس اس کا شکریہ ادا کر رہی تھی پیچھلی دفعہ کے لیے، پر سنلی ہماری کوئی جان پہچان نہیں ہے۔" وہ صاف گوئی سے اسے دھیمے لہجے سے اسے بتانے لگتی ہے۔

"لیکن کیا، تم اسے جانتے ہو؟" وہ متجسس نگاہوں سے اسے بتا کر سوالیہ نظروں سے پوچھ بیٹھی۔ اس کی گہری سیاہ آنکھیں آریان کے وجود پر ٹکی تھی۔ جس سے گاڑی ڈرائیو کرتا وہ شخص بے خبر ہر گزنا تھا۔

"میرے اسکول کے کلاس فیلو کا بھائی ہے وہ۔" آریان نے بغیر سرمی سڑکوں سے نگاہیں ہٹائے اسے بتانا ضروری سمجھا۔ اسے اگر میرال کا بتانا پسند نہیں آیا تھا۔ تو برا بھی ہر گز نہیں لگا تھا۔ اندر کہی سکون سا اترنے لگا تھا اس کے تفصیل سے خود سے بتانے پر۔ یکدم ہی چہرے کا سرد پن دھیرے دھیرے زائل ہونے لگا۔

"او تو تم دونوں کی جان پہچان ہے۔" میرال نے جانچتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے لقمہ دیا۔

"کہہ سکتے ہیں۔" وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ میرال نے فقط سر ہلانے پر اکتفا کیا اور پھر آریان کی جانب سے خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے اپنی نظروں کا ارتکاز بدل کر باہر کے مناظر کو دیکھنے لگی۔ آریان نے

ایک اچھتی سی نگاہ سے اسے دیکھا جواب گاڑی کے باہر کے مناظر میں کھوئی ہوئی سی معلوم ہو رہی تھیں۔
پھر جیسے کچھ سوچ کر سنجیدگی سے لفظوں کو ترتیب دیتا ہوا گویا ہوا۔

"میں پھر سے کہہ رہا ہوں، اور تمھاری سیفٹی کے لیے ہی کہہ رہا ہوں کہ انجان لوگوں سے دور رہا کرو،
اتنی جلدی کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتے۔"

اس نے ایک سرسری سے نگاہ اس کے وجود پر ڈالتے ہوئے کہا۔ لہجہ حد درجے سنجیدہ تھا وہ سنجیدگی جو بس
اسی کی ذات کا خاصہ ہوا کرتی تھی۔ اس شخص کی جانب سے یکدم سے ابھرنے والی آواز پر میرال رخ موڑ
کر اس کی جانب دیکھنے لگتی ہے جو کہتے ہوئے اپنی بات اسے سمجھاتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا سچ میں؟ اگر اس نظریے سے دیکھا جائے تو پھر انجان تو تم بھی ہو میرے لیے!!" اس کی بات کو بغور
سننے ہوئے وہ اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص کی بات کے اختتام میں سنجیدہ تاثر سے بولی۔ کے جیسے اپنے برابر
بیٹھے شخص کو وہ کچھ جتنا چاہ رہی تھیں۔ میرال کے دوبدو کہنے پر وہ چند پل کچھ کہہ ناسکا پھر اپنی نگاہوں کو
واپس سے باہر سڑک کے منظر پر جماتے ہوئے ٹھہرے ہوئے سے لہجے میں گویا ہوا۔

"ہم ایک دوسرے سے انجان اب رہے ہی کب ہیں مس ٹینشن، ان دنوں اتنی میٹنگز میں نے نہیں کی ہوئی، جتنی تم سے ملاقاتیں ہو گئی ہیں، کیا اس سب کے بعد بھی ہم انجان رہے ایک دوسرے کے لیے؟؟" وہ کہتے ہوئے پھر سے اپنی نگاہ کا مرکز اسے بناتے ہوئے سوالیہ پوچھنے لگا تھا۔

میرال لاجواب ہوئی سیاہ آنکھیں پل بھر کے لیے بھوری آنکھوں سے ٹکرائی تھی۔ پھر یکدم ہی کسی سحر میں جکڑ جانے کے خوف سے خود کو باز رکھتے ہوئے سیاہ آنکھوں نے بھوری آنکھوں سے، بھوری آنکھوں نے سیاہ آنکھوں سے نظریں چرائی تھیں۔ پل بھر کو گاڑی میں خاموشی چھا گئی تھیں۔ ایک سرد سی خاموشی جو کسی بھی نفوس کے ناہونے کا پتا دیتی ہے۔ لیکن پھر اگلے ہی پل اس خاموشی کو سیاہ آنکھوں والی نے اپنی آواز سے تھوڑا تھا۔

"لیکن میں اب دعوے سے کہہ سکتی ہوں، کے آج کے بعد میں تم سے ملنے کی خواہش مند ہرگز نہیں ہوں۔" میرال نے یہ بات دھیمے لہجے سے سنجیدگی سے اسے ایک نظر دیکھتے ہوئے کہی۔ شاید اسے بھی یہ

خدا شہ ظاہر ہونے لگا تھا جو بھوری آنکھوں والے شخص کو لاحق ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بھوری آنکھوں والا شخص اس سے ملنے کا روادار نہ تھا۔ مگر اب اس کے سوچنے کا انداز یکدم ہی بدل چکا تھا نجانے کیوں۔

"اور میں اب یہ دعا کرتا ہوں کہ چاہنے کے باوجود بھی میں اب، اپنے پیچھے فیصلے پر قائم نہیں رہ سکتا، جو میں نے خود سے کیا تھا۔" اس کے حتمی انداز پر وہ یہ بات بس دل میں سوچ سکا لبوں سے ادا نہ کر سکا۔ لیکن جب برابر بیٹھی میرال کو اپنا منظر پایا تو سنبھل کر بولنے لگتا ہے۔

"لیکن میں اپنے پیچھے فیصلے پر شرمندہ ہوں، اور میں اب ایسی کسی بھی حماقت کا یا خواہش کا پابند نہیں ہوں۔" لہجہ حد درجے سنجیدگی اور پختگی لیے ہوئے تھا۔ میرال کی بات کا تو جیسے اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہوا تھا۔ وہ تو جیسے اب سب کچھ خود سے طے کر بیٹھا تھا۔

اپنی طرف سے کی گئی بات پر وہ آریان کا رد عمل جان کر وہ قدرے حیران ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ اب تک اس شخص کے منہ سے بس یہی سنتی آئی تھیں کہ وہ اس سے اب ملنے کا روادار نہیں ہے۔ لیکن جب آج اس نے خود سے یہ بات کہی۔ تو اس کا جواب اس کی سوچ کے برعکس اس کو ملا تھا۔ وہ الجھی ہوئی سی بغور

اسے دیکھنے لگتی ہے۔ پھر چند پل اسے یونہی نا سمجھی سے دیکھتے رہنے کے بعد پھر جیسے بات بدل دینے کی غرض سے اپنی نگاہ کا ارتکاز بدل کر کہنے لگتی ہے۔

"ہماری جتنی بھی ملاقاتیں ہو گئی ہیں، اور قسمت بہت بار ہمیں ایک دوسرے کے سامنے بھی لائی ہے ناجانے کیوں! لیکن میری اب سے یہی کوشش ہوگی کہ تم میری اور میں تمہاری زندگی سے دور رہے تاکہ۔۔۔" وہ قدرے ٹھہر ٹھہر کر بولتی جا رہی تھی۔ اور ابھی آگے بھی کچھ کہنے والی تھی کہ آریان نے بغیر اسے دیکھے اس کی بات کو سنتے ہوئے بیچ میں ہی اس کی بات کاٹی۔

Safar-e-Adab

"اب ایسا ناممکن ہے، ذہن نشین کر لو۔" وہ قدرے دھیمے لہجے سے بولا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیوں ناممکن ہے؟؟" میرال نے اپنی سیاہ آنکھیں یکدم ہی ہنوز اس کے وجود پر جماسی لی۔ جو پورے اطمینان سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ لہجے میں اب پہلے والا سرد پن بھی نارہا تھا۔ اور گاڑی اب اسلام آباد کی مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے ڈیفنس کالونی کی طرف بڑھنے لگی تھی۔

"پتا نہیں، لیکن تمہیں یہ وقت بتا دے گا۔" وہ سنجیدہ تاثر سے کہہ کر اپنی طرف سے بات ختم کر چکا تھا۔
وہ بے وجہ اسے دیکھنے سے بھی گریز کر رہا تھا۔

وہ جب جب اپنی سیاہ آنکھیں اس کے وجود پر ٹکا دیتی وہ اپنی نگاہیں گلاس وال سے جھانکتے باہر کے منظر اور
سرمی سڑکوں کی جانب گامزن کر لیتا اس ڈر سے کہ وہ اس کی نگاہ کی چوری پکڑنا لی جائے۔ کے کہی اس
کے دل میں چھپا بھید جس سے وہ خود اب تک آشنا نہیں ہوا تھا کسی دوسرے پر واضح ناہو جائے۔

اس کے ایک لفظی جواب پر اب کی بار میرال کچھ بولنا سکی اور خاموش ہوتی نا سمجھی کے تاثرات اپنے
چہرے پر لیے وہ ایک بار پھر ہاتھ میں پکڑے موبائل کو دیکھنے لگی تھی۔ اسکا مطلب صاف تھا کہ اب وہ
بھی کچھ بات کرے کی روادار نہیں ہے۔ اس کو خاموش اور موبائل میں مصروف ہوتا دیکھ آریان نے
ایک سرمی سی نگاہ سے اسے دیکھا تھا پھر مخصوص انداز میں ڈرائیونگ کرتے ہوئے کچھ دیر بعد گاڑی کو
قصر اسماعیل کے نزدیک لے جا کر روکا تھا۔

گاڑی کے یکدم سے رک جانے پر اس نے ایک نظر گلاس وال سے باہر جھانک کر قصر اسماعیل پر نگاہ ڈالی تھی پھر آگے ہی پل اپنا بیگ کندھے پر ڈالتے ہوئے اجلت میں گاڑی سے باہر نکلی تھی۔ اور بغیر اس کی طرف دیکھے، کچھ کہے بغیر قصر اسماعیل کی طرف اپنے قدموں کو بڑھانے لگی تھی۔ جبکہ دوسری طرف وہ اسے جاتا ہوا دیکھتا ہی رہ گیا۔

اس کی بھوری آنکھوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔ پھر جیسے ہی وہ داخلی دروازے سے اندر بڑھ گئی۔ آریان نے گاڑی اسٹارٹ کر کے ایک جانچتی نگاہ سے قصر اسماعیل کو دیکھا تھا لیکن پھر آگے ہی پل گاڑی کو اس سڑک سے دور لے جانے لگا۔

یہ منظر شام کے وقت ایک ریسٹورنٹ کے اندر کا تھا۔ جہاں اس وقت وہ اس ریسٹورنٹ کی کونروالی ٹیبل پر بیٹھے اپنے دوست احمد کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ ویٹر کہی بار آکر ان سے آؤڈر لینے آچکا مگر ہر بار وہ اسے سہولت سے انکار کر کے بھیج چکے تھے۔ کیونکہ وہ یہاں کچھ کھانے کی نیت سے نہیں آئے تھے۔

بلکہ اپنے دوست ڈاکٹر احمد سے ملنے آئے تھے۔ وہ پیچھلے ایک گھنٹے سے احمد کا انتظار کر رہے تھے۔ مگر وہ تھے کہ اپنے بتائے وقت کے مطابق یہاں نہیں پہنچے تھے۔ اور ان سے بھی پہلے وہ یہاں پہنچ چکے تھے۔ آفس سے وہ سیدھا احمد کے بتائے ریسٹورنٹ میں آئے تھے۔

تاکہ ان سے بات کر سکے اور اپنی پریشانی کا کوئی حل نکال سکے۔ ابھی وہ ایسے ہی اضطرابی کیفیت میں بیٹھے تھے کہ اس چھوٹے سے ریسٹورینٹ کے مین انٹیرنس سے احمد صاحب اجلت میں اس ریسٹورینٹ کے اندرونی حصے میں داخل ہوئے۔

اور یہاں وہاں متلاشی نگاہوں سے اسماعیل ملک صاحب کو تلاشتے ہوئے کونروالی ٹیبل کی جانب بڑھے جہاں اسماعیل ملک صاحب ان کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔

یہ ریسٹورینٹ زیادہ بڑھا نہیں تھا اور رنگ و روغن کے ساتھ ساتھ یہاں کافر نیچر بھی خاصہ پرانا سا معلوم ہوتا تھا۔ اس لیے اسلام آباد جیسے شہر میں اس ریسٹورینٹ کو بہت کم ہی شہری ترجیح دیتے تھے۔ خصوصی طور پر وہ ہی لوگ ترجیح دیتے تھے۔ جو مڈل کلاس سے تعلق رکھتے تھے۔

اور احمد صاحب بھی ایسی ہی کلاس سے تعلق رکھنے والوں میں سے جانے جاتے تھے۔ لیکن ان کے مڈل کلاس ہونے کے باوجود بھی اسماعیل ملک صاحب اور ان کی دوستی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

اسماعیل ملک صاحب اور وہ اسکول کے زمانے سے ساتھ تھے۔ اسکول اور کالج کے بعد احمد صاحب نے میڈیکل کالج کا انتخاب کیا جبکہ اسماعیل ملک نے بزنس کی پڑھائی کو ترجیح دی کیونکہ انھیں میڈیکل سے کچھ خاص دلچسپی نہیں تھیں۔

لیکن مختلف شعبوں کے انتخاب کے باوجود بھی ان کی دوستی آج تک قائم و دائم تھیں۔ اور اس سب میں سب سے بڑا ہاتھ وقت کا تھا جس نے آج تک ان دونوں کو ایک دوسرے سے جوڑا ہوا تھا۔

چند قدموں کا فاصلہ مٹاتے ہوئے احمد صاحب کو نزوالی ٹیبل کے نزدیک پہنچ کر اسماعیل ملک صاحب کے سامنے والی کرسی سنبھال چکے تھے۔

اسماعیل ملک صاحب جو بے چینی اور اضطرابی کیفیت میں مبتلا بار بار پہلو بدلتے ہوئے منتظر نگاہوں سے اس ریستورنٹ کے داخلی سمت کی جانب دیکھ رہے تھے۔ یکدم ہی وہاں سے آتے احمد صاحب کو دیکھ کر قدرے پرسکون ہوئے۔

"معذرت خواہ ہوں یار، پیشنٹس کو دیکھتے دیکھتے ٹائم کا پتا ہی نہیں چلا، تجھے بہت زیادہ انتظار کرنا پڑھ گیا۔"

سامنے والی کرسی پر براجمان ہوتے ہوئے وہ خاصے شرمندہ سے دیکھائی دیے اسماعیل ملک صاحب کو۔

"کوئی بات نہیں، فلحال ابھی اس سب سے سے بھی زیادہ اہم کچھ اور ہے میرے لیے۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اسماعیل ملک صاحب ان کے معذرت خواہ انداز کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے جوابی پریشان زدہ سا بولے۔ کیونکہ ابھی ہر فرد اور ہر چیز سے بھی زیادہ ضروری ان کے لیے میرال تھیں۔

ان کے کہنے پر احمد صاحب بات کی نوعیت کو سمجھتے ہوئے سیدھا ہو بیٹھے۔ اور مکمل طور پر ان کی جانب متوجہ ہو کر سوالیہ پوچھنے لگے۔

"اب بتاؤ کیا ہوا ہماری گڑیا کو؟ اور کون سی بات تمہیں اس قدر پریشان کر رہی ہے۔"

ان کے فکر مندی سے استفسار کرنے پر چند پل تک تو اسماعیل ملک صاحب انہیں بس دیکھ کر ہی رہ گئے۔
پھر جیسے لفظوں کو ترتیب دیتے ہوئے ٹھہرے ہوئے لہجے میں انہیں دیکھ کر گویا ہوئے۔

"کچھ تو، کہیں تو، غلط ہو رہا ہے احمد، میرا ال کے خواب شاید اب اس پر واضح ہونے لگے ہیں، اس کی باتوں میں اب پہلے جیسی نا پختگی نہیں نظر آتی مجھے، بلکہ اب تو اس کا لہجہ پختگی لیے ہوئے ہوتا ہے، وہ اپنے خوابوں کو محض اب خواب نہیں مانتی، وہ صاف لفظوں میں اسے حقیقت کہنے لگی ہے۔"

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں پریشان زدہ سا بولتے ہوئے احمد صاحب کو بھی پریشان کر گئے تھے۔ تبھی ہی احمد صاحب بھی ان کی طرح متفکر نظر آنے لگے۔

"یہ کیسے ممکن ہے آخر؟ اتنے سالوں میں جو ممکن نہیں ہوا، وہ اب کیسے ممکن ہو سکتا ہے اسماعیل!"

احمد صاحب نا سمجھی سے پوچھ بیٹھے۔ وہ خود اب اسماعیل ملک صاحب کی طرح اس بات کو سن کر پریشان ہو گئے تھے۔ اور ان کی یہ پریشانی بجا بھی تھیں۔ آخر کو وہ بھی تو ماضی کے کسی پنہ کا حصہ تھے۔ اور آج بھی ماضی میں ہوئے راز کے گواہ۔

"نجانے کیسے میں خود بہت پریشان ہوں اس بات کو سوچ، سوچ کر احمد، اور کل رات سے اب تک اسی بے سکونی کا شکار رہا ہوں، مجھے سمجھ نہیں آتا آخر یہ ماضی میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتا۔"

وہ جوابی ٹھہرے ہوئے لہجے میں بتاتے ہوئے قدرے غصے سے دبی دبی آواز میں چیخے۔ اس خوف سے کہ کبھی آس پاس بیٹھے موجود لوگ سن نالیں۔ احمد صاحب نے تسلی کے لیے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر رکھا۔ پھر ان کی دلی تسلی کے خاطر تسلی بخش لہجے میں بولے تھے۔

"جذبات سے نہیں ہوش سے کام لینے کا وقت ہے اسماعیل، یہ وقت پریشان ہونے کے بجائے اس پریشانی سے نجات پانے کا وقت ہے۔"

ان کے مطمئن انداز پر اسماعیل ملک پر سکون ہوتے ہوئے ہامی بھرنے لگے۔ ان کے نزدیک انھیں اب محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ واقعی جذباتی پن کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اور یہی جذباتی پن انھیں واقعی کسی مشکل سے دوچار کر سکتا تھا۔

ان کو پر سکون دیکھ احمد صاحب اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر سے ہٹاتے ہوئے کچھ سوچ کر پھر سے سنجیدہ تاثر سے گویا ہوئے۔

"ہمیں سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے، کہ میرا ل کا اپنے خوابوں کو لے کر یقینی انداز، آخر کیوں یقینی بنا، وہ کیسے اتنے یقین سے کہہ سکتی ہے کہ اس کے خواب محض خواب نہیں، حقیقت ہیں، جبکہ وہ سب جو ماضی میں ہوا وہ سب تو اب اس کی یادداشت کا حصہ ہے ہی نہیں۔"

احمد صاحب تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسماعیل ملک سے کہنے لگے۔

"ہمہ 'ٹھیک کہہ رہے ہو تم، لیکن ہم یہ بات جانے کے کیسے؟ کیونکہ اتنا تو میں جانتا ہوں وہ اتنی آسانی سے ہمیں بتائے گی نہیں، آخر کو اپنی بیٹی سے میں باخوبی واقف ہوں۔"

وہ سنجیدہ تاثرات سے احمد صاحب کو آگاہ کرنے لگتے ہیں۔ جس سے احمد صاحب خود بھی انجان ناتھے۔ وہ بھی بخوبی واقف تھے میرال کی شخصیت سے کہ وہ پوچھنے پر ہر گز بھی صاف گوئی کا مظاہرہ نہیں کرے گی۔ اس لیے اس بات کو کیسے جاننا ہے وہ اس کے لیے ایک ترغیب سوچنے لگے۔ تاکہ حقیقت سے آشنا ہو سکے۔ دوسری طرف بیٹھے اسماعیل ملک صاحب بھی متوجہ نظروں سے انھیں دیکھ رہے تھے۔

"ایک ترغیب نظر آتی ہے مجھے جس سے ہم یہ بات جان سکتے ہیں، کے میرال اپنے خوابوں کو حقیقت کا نام کیوں دینے لگی ہے۔" Safar-e-Adab

کافی دیر کی سوچ بچار کے بعد وہ ٹھہرے ہوئے لہجے سے بولے تھے۔ اسماعیل ملک صاحب جو ان کے بولنے کا اور کچھ سوچ لینے کے انتظار میں تھے۔ بے اختیار انھیں دیکھتے ہوئے دوبارہ پوچھنے لگے تھے۔

"وہ کیا؟؟؟"

ان کے جوابی استفسار کرنے پر احمد صاحب تھوڑی رازداری سے ان کی طرف جھکتے ہوئے انھیں بتانے لگے۔ جس کو پوری دل جمعی سے اسماعیل ملک صاحب سنے لگے۔

دونوں دوستوں کے درمیان رازدارانہ گفتگو ہونے لگی تھیں۔ احمد صاحب کے مشورے اسماعیل ملک صاحب کو مفید لگنے لگے تھے۔

اور اب کی بار اسماعیل ملک صاحب قدرے پرسکون نظر آنے لگے۔ شاید ہی احمد صاحب کی باتیں انھیں پرسکون کر رہی تھیں۔

ان کی آپسی گفتگو ابھی چل ہی رہی تھی کہ وہ ویڑ جو پہلے بھی کہی دفعہ اس ٹیبل پر آچکا تھا اور اسماعیل ملک نے اسے کچھ آڈر نہیں دیا تھا۔

وہ اب کی دفعہ اس ٹیبل پر بیٹھے دوسرے شخص کو دیکھ کر پھر سے آڈر لینے اس ٹیبل کی جانب چلا آیا تھا آخر کو یہ اسکا کام جو تھا۔ جو اسے ہر حال میں کرنا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

باتوں کے درمیان میں ہی احمد صاحب نے اسے آڈر لکھوایا تھا جس کو اس نے بڑی ہی فرقی کے ساتھ ہاتھ میں پکڑی نوٹ پیڈ پر اتارا تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہاں سے اندر کی طرف بڑھا تھا۔ اور ایک بار پھر وہ لوگ اپنی باتوں میں مگن ہو چکے تھے۔ لیکن اب کی دفعہ موضوع گفتگو میرال نہیں بنی تھی۔ بلکہ انکا ماضی بن چکا تھا۔

گھر آکر وہ سیدھا اپنے کمرے میں آکر فریش ہوئی تھی۔ دوپہر میں آریان کے ساتھ پولیس ٹیشن جا کر۔ وہاں سے اس کی واپسی تقریباً دھلتی شام کے وقت ہوئی تھیں۔

اور ابھی وہ اپنے کمرے میں موجود کھڑکی کے سامنے کھڑی قصر اسماعیل کی مین انٹرنس کی جانب نگاہ کیے ہوئے اسماعیل ملک صاحب کے آفس سے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ تاکہ اپنے سوالوں کے جواب ان سے جان سکے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

سیاہ بالوں سے ٹپکتا پانی اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ تھوڑی دیر پہلے ہی شاور لے کر نکلی تھی۔ کافی دیر کھڑکی کے سامنے کھڑے رہنے کے بعد اس نے بے وجہ ہی رخ موڑ کر کمرے میں لگی کھڑکی کی جانب نگاہ ڈالی تھیں۔

گھڑی پر وقت دیکھتی وہ قدرے تشویش کا شکار ہوئی۔ کیونکہ آفس ٹائم کے حساب سے اسماعیل ملک صاحب سات بجے گھر آجاتے تھے۔ اور اب گھڑی آٹھ بجارہی تھی۔

کچھ سوچ کر وہ کھڑکی سے ہٹے ہوئے چند قدم چلتے ہوئے کمرے سے باہر کی جانب اپنے قدموں کو نکالنے لگی۔ کمرے سے نکل کر وہ سیدھا راہداری سے ہوتے ہوئے سیڑھیاں طے کر کے نیچے کی منزل پر آئی تھی۔

اور ہال میں آکر اپنی سیاہ آنکھیں ادھر ادھر دوڑاتے ہوئے بلند آواز میں راضیہ کو پکارا تھا۔ اس کی بلند آواز کی پکار پر نیچے کی منزل پر بنے کیچن میں کام کرتی راضیہ فوری طور پر کیچن سے نکل کر ہال میں آئی تھی۔ اور ادب سے بولی تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی بی بی جی اپنے بلایا؟"

وہ سعادت مندی سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کرنے لگی۔ اس کے استفسار کرنے پر میرال نے آس پاس سرسری نگاہ سے دیکھ کر سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیا بابا ابھی تک نہیں آئے ہیں۔؟؟"

"نہیں بی بی جی، کچھ دیر پہلے ہی صاحب کا فون آیا تھا کہ انہیں آنے میں دیر ہو جائے گی، آپ وقت پر کھانا کھالیں۔" راضیہ اس کے استفسار کرنے پر عام سے انداز میں اسے وہی بات بتانے لگی۔

جو کچھ دیر پہلے اسماعیل ملک صاحب نے اس سے فون کر کے کہی تھیں۔ وہ کچھ دیر بعد اپنے کاموں سے فراغت پا کر اسے بتانے کے لیے جانے ہی والی تھی اس کے کمرے میں لیکن اس سے پہلے ہی میرال خود اس سے پوچھنے آگئی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ٹھیک ہے میرا کھانا کمرے میں ہی لے آؤ۔"

وہ ہامی بھرتی ہوئی اسے تلقین کر گئی۔ پھر پلٹ کر واپس سے اوپری حصے کی سیڑھیاں عبور کرنے لگی۔ اس کو جاتا دیکھ راضیہ بھی اپنا کام کرنے کیچن میں واپس جا چکی تھی۔

سیڑھیاں عبور کر کے وہ جیسے ہی اوپری حصے کی راہداری میں آئی۔ تو کسی انجانی آواز کی بازگشت کی وجہ سے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے کے بجائے اوپری حصے پر بنے اسٹور روم کی سمت اپنے قدموں کو بڑھانے لگی۔

کیونکہ یہ انجانی آواز شاید اسی اسٹور روم سے ہی آرہی تھی۔ سیدھی راہداری میں بنے سب کمروں کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے وہ اسٹور روم کے دروازے کے باہر آکر ٹھہر سی گئی۔ چہرے پر پرسوج سی لکیریں ابھرنے لگی تھیں۔

یکدم ہی اندر سے آواز آنا بند ہو گئی تھی۔ کچھ سوچ کر اس نے اسٹور روم کے دروازے پر ابھی اپنا ہاتھ رکھا ہی تھا کہ اچانک ہی دروازہ کھول کر اس میں سے ایک ملازمہ باہر نکلی۔ جس کو اتنا خاص وہ جانتی نہیں تھیں صرف نام سے ہی واقفیت تھیں۔

شاید ہی وہ کچھ عرصے پہلے ہی قصر اسماعیل میں کام کی نسبت سے آئی تھی۔ میرال کو پرسوج اسٹور روم کے دروازے کے باہر کھڑے دیکھ وہ ملازمہ سٹپٹا سی گئی۔

اور ہاتھ میں پکڑے موبائل کو اس نے دوپٹے کے پلو میں جلدی سے چھپایا۔ اس کی یہ حرکت میرال کی نظروں میں نا آسکی تھی۔

لیکن اس کے چہرے پر یکدم سے دھڑائی گھبراہٹ اس کی نگاہوں سے اوجھل بھی نارہ سکی تھیں۔ اس لیے فوری طور پر جانچتی نگاہوں سے دیکھ کر پوچھتی ہے۔

"اندر کیا کر رہی تھیں؟؟، اور یہ آواز کیسی تھی، کیا کسی سے بات کر رہی تھیں۔؟؟"

اس کے سر دلچے سے پوچھنے پر ملازمہ کا حلق سوکھنے لگا۔ اسے اب اپنی چوری پکڑتی ہوئی نظر آنے لگی۔ لیکن جب اسے یہ محسوس ہوا کہ میرال نے اس کی کوئی بات نہیں سنی اور نایہ جانتی ہے کہ اس کے ہاتھ میں موبائل ہے تو وہ خود کو قدرے نارمل کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"پرانا سامان رکھنے گئی تھی بی بی جی، اور وہ کیا ہے نام مجھے خود سے باتیں کرنے والی بیماری ہے، تو خود سے ہی بڑبڑا رہی تھیں، ورنہ آپ خود سوچیں اس اسٹور میں 'میں بھلا کس سے باتیں کروں گی۔"

وہ ملازمہ مظلوم بننے کی اداکاری کرتے ہوئے صفائی سے جھوٹ بولنے لگی تھیں۔ اس کی تفصیلی وضاحت پر میرال نے سر تا پیر اسکا جائزہ لیا۔

اس کے حلیے میں اسے کچھ بھی ایسا مشکوک نظر نہیں آ رہا تھا جس کی بنا پر وہ اسے شک کی نگاہ سے دیکھتی۔
تبھی اپنے ذہن میں ابھرتی سوچوں کو جھٹکتے ہوئے فوری طور پر بولتی ہے۔

"ٹھیک ہے جاؤ، اور راضیہ کو بولو میرا کھانا جلدی سے میرے کمرے میں لے آئے۔"

اس کے تلقین کرنے پر وہ ملازمہ ہامی بھرتے ہوئے اس کے سائڈ سے نکلتی ہوئی نیچے کی طرف بڑھ جاتی ہے۔ جبکہ وہ اسٹور روم کے دروازے کو سرسری کا باہر سے بند دیکھتے ہوئے پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگتی ہے۔

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

رات کی تاریکی اپنے عروج پر پہنچنے کو تھیں۔ وہ نجانے کب سے بے چینی کا شکار تھا۔ بیڈ پر بیٹھا وہ ہاتھ میں موبائل پکڑے مضطرب سادیکھائی دے رہا تھا۔ اسے پولیس ٹیشن سے آئے کافی سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔

وہ گھر آکر سیدھا اپنے کمرے میں آیا تھا کیونکہ اسے فلحال اس وقت کسی سے بھی بات نہیں کرنی تھیں۔ جبکہ تمام گھروالے اس وقت لاؤنج میں بیٹھے باتوں میں مگن تھے۔ تسمیہ نے اسے بھی بیٹھنے کی آفر دی تھی جب وہ گھر میں داخل ہوا تھا۔ لیکن وہ اسے تھکا ہوا کہہ کر معذرت کرتا اپنے کمرے میں آگیا تھا۔

اور اب نجانے کب سے بیڈ پر بیٹھا موبائل کو منتظر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جہاں ابھی تک عنایہ کی ایک بھی کال یا میسج اسے موصول نہیں ہوا تھا۔ پاس ہی بیڈ پر وہ فائلیں بھی رکھی ہوئی تھیں جو وہ پولیس ٹیشن سے آتے ہوئے زمان سے لے کر آیا تھا۔ تاکہ فارغ اوقات میں ان کیسوں کو ریڈ کر سکے۔

کافی دیر یونہی بیٹھے موبائل ہاتھ میں پکڑے وہ بے مقصد موبائل کی اسکرین کو گھورتا رہا۔ پھر جیسے کسی سوچ کے تحت اس کو کال ملانے لگا۔ کان سے فون لگائے وہ دوسری طرف سے فون اٹھائیں جانے کا منتظر تھا۔

کافی دیر کے انتظار کے بعد شاید دوسری طرف سے فون اٹھالیا گیا تھا تبھی کمرے میں اس کی خوشی سے بھرپور آواز گونجی تھیں۔

مرزا ہاؤس سے چند کلو میٹر کی دوری پر بنے سلیمان ہاؤس کے گراؤنڈ فلور پر بنے اپنے کمرے میں موجود وہ اس وقت بیڈ پر نیم دراز سی لیٹی ہوئی تھی۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی سوئی تھی۔

اسے ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا سوئے ہوئے کے یکدم ہی سائنڈ ٹیبل پر رکھا اس کا فون تیز آواز میں بج اٹھا۔ فون کے مسلسل بجنے پر اس نے ناچاہتے ہوئے بھی اپنی آنکھوں کو بامشکل کھولنے پر مجبور کیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اور رخ موڑ کر لیٹے لیٹے ہی ہاتھ بڑھا کر سائنڈ ٹیبل سے موبائل کو اپنی دسترس میں لیا۔ پھر ایک ناگواری بھری نگاہ سے موبائل کی اسکرین پر جگمگاتے نام کو دیکھا۔

وہ فون کاٹ دینا چاہتی تھیں۔ مگر وہ اس بات سے بے خبر نا تھی۔ کے شایان کے اس کے پاس کتنے ہی میسیجز آچکے تھے اب تک۔

جن کو وہ کسی خاطر میں نالاہی تھی۔ اور اس کو ایک میسج تک کا بھی جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا تھا۔

اور وہ یہ بھی باخوبی جانتی تھی کہ اس کو اس سے کیا بات کرنی ہے۔ تبھی وہ صوفیان کی منگنی میں سے بھی جلدی واپس آگئی تھی تاکہ شایان کو کوئی موقع ملے اس سے بات کرنے کا اور اب تک ان کا کوئی سامنا نہیں ہوا تھا اور ناہی وہ اس سے ملنے کی کوئی خواہش اپنے دل میں رکھتی تھی۔

کیونکہ اس کے نزدیک اس کی محبت ایک غیر ضروری بات تھی۔ موبائل کی اسکرین کو ناگواریت سے دیکھتی خود پر جبر کرتے ہوئے بلا آخر وہ فون اٹھا چکی تھی۔

Safar-e-Adab

"ہیلو۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

لہجے میں ناگواریت واضح طور پر دیکھی جاسکتی تھی۔ مگر اس کے روکھے انداز پر بھی دوسری طرف بیٹھا انسان خوش ہوا تھا۔ صرف اس کے فون اٹھالینے پر ہی۔

اور اس کی یہ خوشی اس کے چہرے کے ساتھ ساتھ لبوں سے بھی جھلکنے لگی تھیں۔

"کیسی ہو عنایہ؟؟"

وہ بیڈ سے کھڑا ہوتا ہوا پوچھ کر بے صبری سے اس کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے استفسار پر عنایہ نے ایک پل کے لیے کان سے فون ہٹا کر اس پر وقت دیکھنا چاہا۔ ٹائم دیکھ کر عنایہ کے چہرے پر سختی در آئی۔ اسے حد درجے شایان پر غصہ آنے لگا کہ اس نے رات کے اس پہر اسے اس کی خیریت دریافت کرنے کے لیے فون کیا تھا۔

اس وقت یہ خیریت پوچھنے والا اگر آریان ہوتا تو وہ خوشی سے مشرقی لڑکیوں کی طرح بھنگڑے ڈالنے لگ جاتی۔ مگر افسوس دوسری طرف کال پر شایان موجود تھا نا کہ آریان۔

Safar-e-Adab

"تم نے یہ پوچھنے کے لیے رات کے اس وقت فون کیا ہے۔؟؟"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ بے یقینی اور غصے بھرے تاثرات کے ساتھ پوچھنے لگتی ہے۔

"کیا کسی کی خیریت دریافت کرنے کے لیے رات کا پہر نا ہو یہ ضروری ہے۔؟؟" اس کے جواب پر وہ بد مزہ ہوتے ہوئے کہہ بیٹھا۔

"اچھے گھرانوں کے لڑکے ایسی بے ادب گستاخیاں نہیں کرتے۔" وہ بظاہر تو سنجیدگی سے بولی تھی۔ مگر شایان کے دو بد و جواب پر وہ اندر ہی اندر سیخ پا ہوئی تھیں۔

"اچھے گھرانوں کے لڑکے تو محبت بھی نہیں کرتے، مگر کیا کرے انھیں بھی تو محبت ہو جاتی ہے۔"

وہ سنجیدہ تاثرات سے ایک بار پھر اپنے دل کی بات اسے بتا گیا۔

"کم ٹو داپوائنٹ شایان، بتاؤ اس وقت کیوں فون کیا ہے؟؟۔"

وہ اسے پھر سے محبت والے موضوع کو نکالتے دیکھ۔ بات کا رخ بدلتے ہوئے سختی سے بلند آواز میں پوچھتی ہے۔

کیونکہ فلحال وہ اس سے اس موضوع پر بات کرنے کے حق میں نہیں تھیں۔ کیونکہ اسے پہلے آریان کو ڈیڈ سے ملوانا تھا۔ پھر شایان کا دماغ درست کرنا تھا۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے عنایہ، کیا ہم کہی مل سکتے ہیں۔؟؟"

اس کے سخت لہجے کو وہ اب کی بار محسوس کر چکا تھا تبھی جس مقصد کے لیے فون کیا تھا۔ اس مقصد کو اس کے آگے رکھتے ہوئے دھیمے لہجے سے پوچھنے لگتا ہے۔

"ٹھیک ہے، لیکن کچھ دنوں تک تمہیں انتظار کرنا پڑے گا، کیونکہ دو چار دن تک میں مصروف رہو گی، لیکن اس کے بعد ہم مل لیں گے، کیا جب تک تم انتظار کر سکتے ہو۔؟؟"

وہ ہامی بھرتے ہوئے اسے اپنے کچھ دنوں کی مصروفیات کا بتا گئی۔ پھر بات کے اختتام پر اس سے استفسار کرنے لگی۔ عنایہ کی جانب سے مزید انتظار کا سن کر وہ سخت بد مزہ ہوا۔ لیکن پھر اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے گویا۔ وہ اس سے فون پر بات کرتے ہوئے کمرے میں چکر بھی کاٹنے لگا تھا۔

Safar-e-Adab

"تم کہو تو ساری زندگی تمہارا انتظار کر سکتا ہوں، تم کہہ کر تو دیکھو۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ کہتے ہوئے پل بھر کو ٹھہر سا گیا۔ اپنی طرف سے کی گئی بات پر وہ اس کے بدلے میں کچھ کہنے کا منتظر تھا۔ لیکن جب عنایہ کی طرف سے ایک گہری خاموشی اسے شدت سے محسوس ہوئی۔ اور کال ابھی چل ہی رہی تھیں تو خود ہی بات کو ختم کرتا ہوا کہتا ہے۔

"جس دن تم فری ہو، تو اسی دن تم مجھے لوکیشن واٹس ایپ کر دینا اور وقت بھی بتا دینا میں وہاں پہنچ جاؤ گا۔" وہ عام سے لہجے میں ابھی بولا ہی تھا۔ کے اسپیکر پر عنایہ کی سرد آواز گونجتی ہے۔

"اوکے۔"

وہ اپنی مصروفیات کا اسے بتا کر اس سے استفسار کر رہی تھی کہ وہ اسکا اتنا انتظار کر سکتا ہے یا نہیں۔ لیکن پھر شایان کی جانب سے یہ جملہ سن کر وہ خاموش سی ہو گئی تھی۔

"تم کہو تو ساری زندگی تمہارا انتظار کر سکتا ہوں، تم کہہ کر تو دیکھو۔" اسے حد سے زیادہ غصہ آیا تھا اس پر کے آخر وہ اسے اس قدر اگنور کرتی رہتی ہے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

لیکن وہ پھر بھی اپنی محبت کا راگ الاپنا بند کیوں نہیں کرتا آخر۔ وہ چند پل خاموش رہے اسے سخت سست جملا کہنے کی ابھی سوچ ہی رہی تھی۔ مگر اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی شایان بول پڑا تھا۔ اور جوابی وہ اسے کچھ بھی کہنے کے بجائے بس "اوکے" بول گئی تھی۔

"ٹھیک ہے اللہ حافظ، اپنا خیال رکھنا۔"

عنایہ کی طرف سے اطمینان بخش جواب ملنے پر اس نے فقط یہ کہہ کر کال کاٹ دی۔ اور ہاتھ میں پکڑے موبائل کو دو قدم چل کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔ دل میں چھائی بے سکونی اب زائل ہونے لگی تھیں۔ کم سے کم عنایہ اس سے ملنے پر راضی تو ہے۔ اور اب کچھ دنوں تک وہ اس مل کر ہر بات کلیئر کر لے گا۔

کورٹ کو اتار کر اس نے کورٹ کو بیڈ پر نامعلوم چیز کی طرح پھینکا تھا۔ اور پھر خود بھی بیڈ پر گرنے کے انداز میں لیٹ گیا تھا۔ دھیرے دھیرے نیند کی دیوی اس پر مہربان ہونے لگی تھی۔ اور وہ ہر چیز سے غافل نیند کی وادیوں میں جانے لگا تھا۔

دوسری طرف وہ شایان کے فون رکھنے کے بعد کچھ دیر تک تو ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی موبائل کی اسکرین کو غصے بھری نگاہ سے دیکھتی رہی۔

پھر یکدم ہی موبائل کو سوچ آف کر کے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ڈال دیا۔ اور ایک بار پھر بیڈ پر نیم دراز سی ہو کر لیٹ گئی یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کی نیند اب خراب ہو چکی ہے۔

اور بہت مشکل سے ہی سہی نیند نے اب اس پر مہربان ہونا تھا۔ لیکن اسے سونا بھی تھا تا کہ صبح تک فریش ہو کر آریان سے بات کر سکے۔ جو اتنے دنوں میں وہ اس سے کر نہیں سکی تھیں۔

سیاہی مائل آسمان پر جگہ بجگہ چمکتے ستاروں کی بھرمار لگی ہوئی تھیں۔

جہاں ستارے رات کے اس پہر آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔

وہی دوسری طرف وہ وجود بھی ہمیشہ کے جیسے رات کے اس پہر کرب میں مبتلا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اپنا دن تو وہ کیسے ناکیسے کر کے مصروفیت کی نظر کر دیتا تھا۔ مگر رات ہوتے ہی اکثر ایک کرب، ایک اذیت

اسے چین سے سونے بھی نادیتا تھا۔

جس کے پیش نظر وہ اکثر راتوں میں جاگ کر اپنی خود اذیتی پر اپنا رنج مناتا تھا۔

آسمان پر چھائی تاریکی کے جیسے ہی اس کا اپنا کمرابھی تاریکی کی نظر تھا۔ جیسا اکثر بیشتر رہا کرتا تھا۔

کمرے کی ہر چیز مکمل تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی سوائے سائنڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ جو جلتے ہوئے اپنی مدھم اور زرد سی روشنی بیڈ کے دائیں جانب والی سائیڈ پر بیٹھے شخص پر پھینکتے ہوئے اس شخص کے چہرے کے تاثرات بھی واضح کر رہا تھا۔

اس شخص کی آنکھوں سے جھلکتا پانی وقفے وقفے بعد گالوں کے ساتھ ساتھ ہاتھ میں پکڑی تصویر پر گرتے ہوئے۔ تصویر کو بھی گیلا کرنے کا کام بخوبی انجام دے رہا تھا۔

ہاتھ میں پکڑی تصویر کو نجانے وہ کب سے پکڑے بے یقینی بھری نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

کے کیا واقعی اسے اب اپنے سوالوں کے جواب مل جائیں گے غمگین؟؟۔

وہ سوال جس کے جواب کی اسے برسوں سے تلاش تھی۔ کیا واقعی اس کی تلاش اب مکمل ہو چکی تھیں۔؟؟ یا وقت نے اسے ابھی اور تھکانا تھا، مزید توڑنا ہے۔

یکدم ہی بیٹھے بیٹھے اس نے اپنی آنکھوں کو سختی سے رگڑا تھا۔

اور گالوں پر جمی آنسو کی تہہ کو صاف کر ڈالا پھر ایک سر دنگاہ سے اس تصویر میں موجود اپنے جانے پہچانے شخص کے ساتھ کھڑے دوسرے شخص کو دیکھ کر وہ دھیرے سے گویا ہوا۔

جس کی ذات سے وہ بالکل بھی واقفیت نہیں رکھتا تھا۔

"شکر ہے آپ مجھے مل گئے، اب مجھے اپنے سوالوں کے جوابات بھی مل جائیں گے۔"

کمرے میں اس کی دھیمی لیکن سرد آواز گونج کر ابھری تھی۔ وہ کہہ کر اگلے ہی پل اپنا دایاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے جلتے لیمپ کو بند کر چکا تھا۔

پھر تصویر کو ہاتھوں میں تھامے اپنے وجود کو بے جان کرتا ہوا بیڈ پر گر سا گیا۔

اب کی بار کمرے میں نیم روشنی بھی نہیں رہی تھی۔ اور کمرہ مکمل تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔

کمرے کی ہر چیز کے ساتھ ساتھ اس شخص کا اپنا وجود بھی تاریکی کی نظر ہو چکا تھا۔

اس کی ذات سے بے خبر آسمان پر موجود ستارے ابھی تک آپس میں مہو گفتگو تھے۔

صبح کا سورج طلوع ہوئے کافی سے وقت گزر چکا تھا۔ اس وقت وہ کچن میں کھڑی ناشتہ بنانے کے آخری مراحل میں تھیں۔

جلدی جلدی اپنا کام ختم کر کے وہ کچن سے باہر آئیں تھیں۔ باہر آکر لاؤنج میں بیٹھی تسمیہ کو انہوں نے ڈاننگ ایریا میں ناشتہ لگانے کا حکم دیا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

جس پر بغیر کچھ کہے تسمیہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی ہوئی تلملاتی ہوئی اندر کچن کی طرف بڑھی تھی ناشتہ لگانے کی نیت سے۔ جب کہ کچھ سوچ کر ان کے اپنے قدموں نے شایان کے کمرے کا رخ کیا تھا۔

پل بھر کو کچھ سوچتی ہوئی وہ اس کے کمرے کے باہر آ کر ٹھہری تھیں۔ پھر کسی سوچ کے تحت اگلے ہی پل اپنے قدموں کو اندر کی جانب بڑھا دیا تھا۔

کمرے میں آکر ان کی نگاہوں نے اپنے عزیز جان بیٹے کو تلاش کرنا چاہا تھا۔ جس کی خوشی کی خاطر سلیمان صاحب سے بات کر کے وہ خود اسے خفا کر بیٹھی تھیں۔ اور اب کل سے وہ کچھ افسردہ افسردہ سی تھیں۔

ان کی متلاشی نگاہوں نے اسے کمرے میں یہاں سے وہاں ڈھونڈا تھا۔ لیکن وہ انہیں کمرے میں کہیں بھی نظر نہیں آیا تھا۔

ابھی وہ جانے کا ارادہ رکھتی ہی تھیں کہ یکدم ہی ان کے کانوں سے ایک آواز ٹکراتی ہوئی گزری جسے سن کر انہیں یہ اندازہ ہوا تھا کہ شایان واش روم میں موجود ہے۔

لحاظ اس سوچ کے آتے ہی وہ چند قدم چلتی ہوئیں بیڈ پر بیٹھ گئیں تھیں۔ ابھی انہیں بیٹھے چند پل ہی گزرے تھے کہ ان کی نظر بے اختیار بیڈ پر ایک طرف رکھی ہوئی فائلوں پر گئی۔

چند پل تک تو وہ ان فائلوں کو بے معنی سادیکھے گئیں۔ پھر کچھ سوچ کر انہوں نے ہاتھ بڑھا کر ان فائلوں کو اٹھایا۔

پھر یکدم ہی اپنی جگہ سے کھڑی ہوتیں ہوئیں ہاتھ میں پکڑی فائلوں کے پلندے کو سائیڈ ٹیبل کی بائیں جانب والی دراز میں ڈال دیا۔

فائلوں کو دراز میں ڈال کر ابھی وہ پلٹی ہی تھی۔ کے ان کی نگاہ بیڈ کی شکن زدہ بیڈ شیٹ سے ہوتے ہوئے شایان کے کورٹ پر جاٹھری۔

بے اختیار اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ مسکراتی ہوئیں چند قدم چلتی ہوئیں بیڈ کی پائنٹی کی طرف پڑے کورٹ کو اٹھا کر جھاڑنے لگیں۔

ابھی وہ یونہی ایک ماں ہونے کی حیثیت سے اپنی سرگرمیوں میں مصروف تھیں۔ کہ کمرے کے بائیں جانب بنے واش روم سے شایان باہر نکلا۔

ہاتھ میں تولیہ پکڑے وہ اپنے گیلے بالوں کو رگڑنے میں مصروف بے نیاز سا چلتا چلا آ رہا تھا۔

یکدم ہی اس کی نگاہ نیچے سے سامنے کی طرف اٹھی۔ اور اپنی ماں کو اپنے کمرے میں موجود دیکھ وہ قدرے چونکا۔ جو اس کے کورٹ کو جھاڑنے میں لگی ہوئیں تھیں۔

ساجدہ بیگم کی اس کی جانب پشت تھیں جس کی وجہ سے وہ اس کے آنے سے اب تک انجان رہی تھیں۔
ان کو ایسے دیکھ بے اختیار اس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"کیا بچارے کی جان لیں گی اب امی۔"

وہ مسکراتے ہوئے شوخیہ انداز میں انھیں پکارتے ہوئے اپنی جانب متوجہ کر چکا تھا۔

اپنے کام میں مگن ساجدہ بیگم نے پلٹ کر اپنے پیچھے پہلے اسے پھر ہاتھ میں پکڑے کورٹ کونا سمجھی سے
دیکھا۔

پھر ناچاہتے ہوئے بھی خفگی بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نا میں کیا اس کی جان لونگی میں تو اسے صاف کر کر کے تھک گئیں۔ نجانے کونسی جگہوں سے ہو کر آئے
ہو، جو اتنی دھول مٹی لگی ہوئی ہے اس پر۔"

وہ اپنی جگہ پر کھڑی کھڑی ہی بولی تھیں۔ شایان نے ہاتھ میں پکڑی تولیہ کو بیڈ کی طرف بے نیازی سے اچالا
تھا اور مسکراتے ہوئے الماری کی طرف بڑھتے ہوئے بولا تھا۔

"کہی نہیں امی میں بھلا کہاں جاؤ گا؟، آپ کو بتا کر تو گیا تھا کہ ایک دوست کے پاس جا رہا ہوں، تو بس وہی گیا تھا۔"

ساجدہ بیگم کی نگاہیں اسی کے وجود پر جمی ہوئی تھی۔ اس کی طرف سے عام سا جواب پا کر۔
وہ قدرے مطمئن ہوئی تھیں۔ تبھی دو قدم چلتی ہوئیں ہاتھ میں تھامے کورٹ کو پکڑے ہوئے بیڈ کی پائنٹی پر جا بیٹھی تاکہ اس سے کچھ بات کر سکے۔

چندپل کی مشقت کے بعد الماری سے اپنا مطلوبہ سوٹ نکال کر وہ بھی ان کے پاس آ بیٹھا۔
ان کے یہاں آنے کے جواز سے وہ انجان تو ویسے بھی نارہر تھا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا وہ یہاں کس لیے آئی ہیں۔ لیکن تصدیق پھر بھی ضروری تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

بیڈ کی پائنٹی کی دوسری طرف بیٹھا وہ اب معنی خیز نگاہوں سے انھیں دیکھنے لگا تھا۔ وہ کچھ بولنے کا خواہش مند نہیں تھا۔

لیکن اپنی ماں کو یوں خاموش زمین کو گھورتا ہوا دیکھ خود ہی انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگتا ہے۔

"ناراض نہیں ہوں آپ لوگوں سے، بھلا میں کبھی اپنے ماں باپ سے ناراض ہو سکتا ہوں۔؟؟"

وہ دھیمے لہجے میں ان سے پوچھ نہیں رہا تھا بلکہ انھیں بتا رہا تھا۔ اس کی آواز پر ساجدہ بیگم نے اپنی نگاہوں کو اٹھا کر اسے بے یقینی بھرے تاثرات سے دیکھا۔

انھیں جیسے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا تھا۔ کے جس کی وہ ناراضگی دور کرنے آئیں تھیں۔ اور اس مطلق اب تک زبان سے کچھ نابول سکی تھیں۔

وہ بغیر کہے ہی ان کی بات نا صرف جان گیا تھا۔ بلکہ اس نے اپنی بات سے ان کا مان بھی بڑھا دیا تھا۔

"شایان۔؟؟" وہ بے یقینی سے گویا ہوئیں۔

شایان نے ان کے بے یقین لہجے پر اپنا مضبوط ہاتھ ان کے دائیں ہاتھ پر محبت سے رکھا۔

جبکہ ان کے بائیں ہاتھ نے ابھی بھی اس کا کورٹ ویسے ہی تھام رکھا تھا جیسے پہلے تھا ماہوا تھا۔

"ہاں امی، میں بس اس وقت مصنوعی غصے کا اظہار کر گیا تھا،

میں آپ لوگوں سے کبھی خفا ہونے کا ارادہ رکھ ہی نہیں سکتا تھا، اور نا کبھی میں ایسا کر سکتا ہوں،

کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ لوگوں نے تایا ابو سے جو بھی بات کریں ہے وہ میری خوشی کو مد نظر رکھتے ہوئے ہی کری ہے،

لیکن میں پھر بھی چاہتا تھا کہ فلحال آپ میرے اور عنایہ کے حوالے سے تایا جان سے کوئی بات ناکریں۔

ان کے بے یقین بھرے تاثرات پر وہ انھیں سنجیدگی سے تفصیلی بتانے لگا تھا۔

وہ اپنی ماں کو ہر گز بھی افسردہ اور شرمندہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اسی لیے اپنے کل والے رویے کی تلافی کر رہا تھا۔ انھیں یہ بتا رہا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ ان سے کبھی ناراض ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

ساجدہ بیگم کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی گھلنے لگی تھیں۔ اپنے بیٹے کی باتیں ان کے دل کو سرشار کر رہی تھیں۔

کل سے تھوڑی دیر پہلے تک وہ یہی سمجھ رہی تھیں کہ شایان ان سے ناراض ہے۔

مگر اب وہ قدرے پرسکون ہو گئیں تھیں۔ اسی لیے اس کی بات کے اختتام پر سوالیہ پوچھنے لگتی ہیں۔

"لیکن بیٹا میں پھر بھی پوچھتی ہوں، کہ تم آخر ایسا کیوں چاہتے ہو،

کیوں چاہتے ہو کے تم پہلے عنایہ سے خود بات کرو، اس کے بعد ہی ہم سہی طریقے سے رشتے کی بات کریں، کیونکہ میرے اور تمہارے بابا کے نزدیک ہم لوگ جب تک رشتہ نہیں ڈالیں گے، تب تک وہاں سے جواب نہیں آئے گا۔"

ساجدہ بیگم اب کی بار قدرے سنجیدگی سے پوچھتی ہوئی سوال کرنے لگیں تھیں۔ ان کی سمجھ سے باہر تھیں شایان کی حکمت عملی۔

"وہاں سے تب تک مثبت جواب نہیں آئے گا امی، جب تک عنایہ کی مرضی شامل نہیں ہوگی، اس لیے رشتہ ڈالنا بے کار تھا،

اسی لیے میں نے آپ لوگوں کو روکا تھا، تاکہ پہلے میں عنایہ سے خود اپنے دل کی بات کہہ دوں، اور پھر اس کی مرضی جان کر ہی آپ لوگ رشتے کی بات کریں تا یا جان سے،

لیکن آپ لوگ، آپ لوگوں نے تو میری بات کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔"

"تو کیا تمہاری طرح عنایہ تمہیں پسند نہیں کرتی بیٹے۔؟؟"

ساجدہ بیگم باغور اسے دیکھتی ہوئی استفسار کرنے لگیں۔

"پتا نہیں امی، لیکن میرے دل کو ایسی کوئی خوش فہمی ہے بھی نہیں۔"

شایان نے افسردگی سے کہہ کر ان سے نظریں چرائی۔

اس کے ادا سی سے کہنے پر ساجدہ بیگم بھی افسردہ ہونے لگی تھیں۔

انہیں باخوبی واقفیت تھیں شایان کے عنایہ کے لیے کیا جذبات ہیں۔ اور کتنے گہرے ہیں۔

"ناامید نہیں ہوتے بچے، تم دیکھنا جب تم اسے اپنی محبت کا بتاؤ گے نا تو وہ بھی تمہیں اپنی محبت کا بتائے گی، اور پھر اسے ہم تمہاری دلہن بنا کر اس گھر میں لے آئیں گے۔"

وہ اس کے چہرے کو تھپتھپاتے ہوئے یقینی انداز میں محبت سے بولی تھیں۔ ان کے یقینی انداز پر شایان محبت سے اپنی ماں کو دیکھ کر دھیماسا مسکرایا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ بھلے ہی ان کی بات سے متفق نہیں ہوا تھا۔ لیکن پر سکون تو ہو ہی گیا تھا۔

تبھی فوری طور پر بیڈ سے کھڑے ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"اچھا" چلیں چھوڑے ان باتوں کو، فلحال مجھے گرما گرم سنا ناشتہ کرادے امی، کیونکہ کل شام سے کچھ نہیں کھایا ہے، بہت بھوک لگ رہی ہے۔"

وہ بھوک کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے۔ ان سے ناشتے کی فرمائش کر رہا تھا۔

"ہاں کیوں نہیں بیٹے ناشتہ تیار ہے، بس تم فریش ہو کر جلدی سے آ جاؤ، تسمیہ نے اب تک تو ڈانگ ٹیبل پر ناشتہ لگا بھی دیا ہو گا، میں اس سے کہہ کر آئی تھیں، تب تک میں تمہارا یہ کورٹ لانڈری والے کے لیے لے جاؤ اور۔۔۔۔"

اس کے کہنے پر ساجدہ بیگم بھی اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی ہوئی اجلت میں کہتیں ہیں۔

کہ ان کے بے اختیار کھڑے ہونے پر کورٹ میں موجود جیب سے ایک کارڈ نکل کر زمین بوس ہوا تھا۔ اور ساجدہ بیگم اپنی آگے کی بات پوری نہ کر سکی تھیں۔ اور نا سمجھی بھری نظروں سے اس کارڈ کو دیکھتے ہوئے جھک کر زمین سے اٹھایا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

شایان جو ناشتے کی دہائی دے کر اپنی ماں کی بات کو سنتے ہوئے بیڈ پر رکھے اپنے سوٹ کا جائزہ لے رہا تھا۔ کے یکدم ہی اس کی نظر ساجدہ بیگم کی جانب گئی۔ جو ایک ہاتھ میں کورٹ پکڑے دوسرے ہاتھ میں سی این آئی سی پکڑے نا سمجھی بھرے تاثرات سے اس سی این آئی سی کو دیکھ رہی تھیں۔

جوان کے نزدیک ایک انجان لڑکی کا تھا۔ اور نجانے شایان کے کورٹ میں کیا کر رہا تھا؟؟

یہ سوال ان کے ذہن میں سب سے پہلے آیا تھا۔ اور اپنی اسی ذہنی الجھن کو دور کرنے کے لیے وہ اس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھنے لگتی ہیں۔

"شایان یہ کس کا ہے بیٹا، اور یہ تمہارے پاس کیا کر رہا ہے۔؟؟"

وہ نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

نظریں اب ہاتھ میں پکڑے سی این آئی سی سے گزرتے ہوئے شایان پر جا ٹکی تھیں۔

شایان نے ہاتھ میں پکڑے سوٹ کو واپس سے بیڈ پر ڈالا۔ اور سیدھا ان کی جانب گھوما تھا۔ پھر جیسے کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"وہ امی میں زمان کی طرف سے آرہا تھا تو یہ مجھے راستے میں گرا ہوا ملا، شاید کسی کا گر گیا ہو گا بے دھیانی میں،

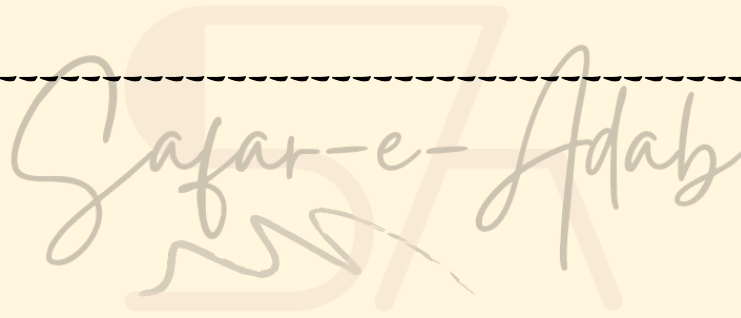
تبھی میں نے اسے اٹھالیا یہ سوچ کر کے اسے نادرا آفس جما کرواؤ گا، تاکہ یہ جس کسی کا بھی ہے وہ اسے لینے آجائے گی۔"

وہ انھیں ٹالنے کے لیے بات کو گھوما پھر کر بتا گیا۔ اس کی تفصیل سے بتانے پر ساجدہ بیگم مطمئن ہوتی ہوئیں ہاں میں گردن ہلا گئیں۔

پھر ہاتھ میں پکڑے سی این آئی سی کو اس کی جانب بڑھایا جس کو شایان سہولت سے تھام لیتا ہے۔

پھر اسے جلدی سے ناشتے کے لیے باہر آنے کا کہہ کر وہ کمرے سے چلی جاتی ہیں۔

جبکہ پیچھے وہ ایک گہری سانس اپنے اندر اتارتے ہوئے ہاتھ میں پکڑے میرال کے سی این آئی سی کو باغور دیکھنے لگا تھا۔



BEING THE STRING OF YOUR KITE

قصر اسماعیل کا گارڈن دھوپ کی لپیٹ میں تھا۔ گارڈن میں کام کرتا مالی برق رفتاری سے اپنے ہاتھ چلا رہا تھا پودوں کی کانٹ چھانٹ کرتے ہوئے اس کا جسم پسینے سے شرابور ہوئے جارہا تھا۔

اس کو یہی چھوڑ کر اگر آپ قصر اسماعیل کے گارڈن سے گزرتے ہوئے اندر کی طرف کو بڑھے تو ہال میں چھائی خاموشی آپ کا استقبال کرے گی۔

ہال سے گزر کر لاؤنج میں نگاہ ڈالیں تو جہاں قصر اسماعیل کے ملازم آپ کو اپنا روزمرہ کام کرتے دیکھائی دے گے۔

وہی دوسری جانب ہال میں مقیم ڈانگ ایریا میں دو نفوس بیٹھے ناشتہ کرنے میں مگن تھے۔

سربراہی کرسی پر بیٹھے اسماعیل ملک صاحب آفس کی تیاری کے ساتھ مکمل توجہ سے لاپرواہ بنے ناشتہ کر رہے تھے۔

جب کے ان کے برابر والی کرسی پر بیٹھی میرال ناشتہ کرنے کے ساتھ ساتھ جائزہ لیتی نگاہ سے اپنے باپ کو بھی دیکھ رہی تھی۔

جو بظاہر تو اس سے لاپرواہ بنے ناشتہ کرتے نظر آرہے تھے۔ لیکن میرال کی خائف نظروں سے انجان بھی نہ تھے۔

ان کے ساتھ خود بھی خاموشی سے ناشتہ کرتی ہوئی وہ خود کافی دیر سے ان کی جانب سے خاموشی اور لاپرواہی کو محسوس کر رہی تھیں۔

اور اسے لگ رہا تھا کہ وہ کچھ تو بولیں گے۔ مگر جب کافی دیر تک وہ کچھ نابولے اور انجان بنے ناشتہ ہی کرتے رہے تو اس نے خود سے بولنے کی ٹھانی اور ہال میں چھائی خاموشی کو اپنی آواز سے توڑا۔

"بابا۔" وہ دھیرے سے انھیں پکارتی ہے۔

اس کی پکار پر متوجہ ہوتے اسماعیل ملک صاحب اپنا ہاتھ ناشتے سے کھینچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

"ہاں میرے بچے بولو۔؟"

انھوں نے اس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھ کر کہا۔ وہ بظاہر تولیہ پر وابستہ پوچھ رہے تھے۔ لیکن اندر کہی وہ جانتے تھے کہ وہ کیا کہنے والی ہے۔

"کل آپ اتنی صبح آفس کیوں چلے گئے تھے، آپ تو اتنی صبح نہیں جاتے؟، اور پھر آئے بھی بہت دیر سے۔"

وہ سنجیدگی سے کہنے لگی۔ اسماعیل ملک صاحب نے باغور اسے دیکھا۔

پھر اس کے سوال پر اپنے سائڈ پر رکھی نیپکن اٹھا کر اس سے اپنا منہ صاف کرنے لگے۔ پھر ایک گہری سانس اپنے اندر خارج کر کے تھل سے بولے۔

"وہ کیا ہے نایٹا کل اہم میٹنگ تھیں میری آفس میں تبھی اتنی جلدی جانا پڑا، پھر کلائنٹ کے ساتھ ڈنر بھی تھا تبھی اتنی تاخیر ہو گئی آتے آتے۔"

سنجیدہ لہجے سے وہ اس سے جھوٹ بول رہے تھے۔ میرال نے تاسف سے اپنے باپ کے چہرے کو دیکھا۔

جو اس کے سوالوں سے بچنے کے لیے اس سے جھوٹ کا سہارا لے رہے تھے۔ ان کے جواب پر وہ فقط سر ہی ہلا سکی۔

ہاتھ میں پکڑا فوگ وہ بے دلی سے پلیٹ میں رکھ گئی۔ عموماً تو وہ کوئی دلجمعی سے کھا نہیں تھی۔ مگر اب وہ کھانے کا دکھاوا کرنا بھی یکدم ہی ترک کر چکی تھی۔

اس کی سیاہ آنکھیں صدمے سے اپنے باپ کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ بدلے میں اسماعیل ملک صاحب کے جواب پر وہ ان سے یہ بھی ناکہہ سکی۔

کے وہ اس کے سوالوں سے بچنے کے خاطر اس سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ جس سے وہ انجان ہر گز نہیں تھیں۔ کیونکہ کل اس نے پولیس ٹیشن سے آنے کے بعد آفس فون کیا تھا۔ یہ جاننے کے لیے وہ کب تک آفس سے واپس آئیں گے ان کی واپسی کتنی تاخیر سے ہوگی۔ اور آفس میں فون کرنے پر مینجر نے اسے یہ بتایا تھا۔

کے اسماعیل ملک صاحب تو دوپہر سے ہی آفس سے چلے گئے ہیں۔ اور اب جب وہ ان سے پوچھ رہی تھی۔ تو وہ اس سے جھوٹ کا سہارا لے رہے تھے نجانے کیوں؟؟۔ لیکن اب ان سے کچھ بھی باز پرس کرے بغیر۔

وہ ان کی ساری باتوں کو یکسر نظر انداز کر گئی تھی۔ اسے اپنے باپ سے اس قسم کی امید ہر گز نا تھی۔

"تم رک کیوں گئی ناشتہ کرو بیٹا۔"

چائے کا کپ اپنے لبوں سے لگاتے وہ اسے یوں نہیں بیٹھے دیکھ فکر مندی سے بولے تھے۔

ان کی محبت بھری نگاہیں اپنی بیٹی کے وجود پر جمی تھیں۔ جو پہلے کے مقابلے اب ان سے قدرے لا تعلق بنے کسی گہری سوچ میں غرق دیکھائی دے رہی تھی۔

"بس بابا کر چکی ہوں۔"

تھوڑا آگے کو جھک کر وہ چائے کی کیتلی تھام کر اپنے آگے رکھے کپ میں چائے ڈالتے ہوئے بولی۔

پھر انگلی کے پورے سے کپ کو الجھے سلجھے ذہن کے ساتھ چھونے لگی۔

چائے پیتے اسماعیل ملک صاحب جو اسی کی جانب متوجہ تھے۔ اس کو یکدم ہی کسی گہری سوچ میں غرق دیکھ کر چند پل تک تو اسے باغور دیکھتے رہے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

پھر جیسے ٹھہرے ہوئے لہجے میں استفسار کرنے لگے۔

"کیا ہوا میرا اتنی پریشان کیوں نظر آرہی ہو بیٹا؟؟، کیا کوئی بات ہے جو تمہیں مجھ سے کرنی ہے، اگر ہاں تو پھر کرونا بیٹا۔"

وہ دھیمے لہجے سے اسے دیکھتے ہوئے گویا ہوئے۔ لا پرواہی عروج پر تھیں۔

وہ جانتے تھے اسے کیا بات کرنی ہے اور وہ کس لیے پریشان ہے۔ لیکن پھر بھی انجان بننا لازم تھا ان پر۔

میرال نے کپ سے جھانکتی چائے سے نگاہ ہٹاتے ہوئے معنی خیزی سے اپنے باپ کو دیکھا۔

انگلی کے پورے کی حرکت اب تھم چکی تھیں۔ سیاہ آنکھوں والی اب خود کوبات کرنے کے لیے منا چکی تھی پھر سے۔

اسی لیے اپنی سیاہ آنکھیں ایک بار پھر سے ان کے چہرے پر جماتے ہوئے وہ ٹھہرے ہوئے لہجے سے گویا ہوئی تھیں۔

"بابا آخر میرا ماضی کیا ہے؟؟، کیوں مجھے یہ خوفناک قسم کے خواب نظر آتے ہیں؟؟، کیوں میں سکون سے سو نہیں پاتی، کیوں ہر رات یہ خواب میری نیند کا حصہ بنے رہتے ہیں آخر کو کیوں ہو رہا ہے میرے ساتھ یہ سب۔؟؟"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

جس طرح وہ قدرے مضطرب اور پریشان دیکھائی دے رہی تھیں۔

ٹھیک اس کے برعکس اسماعیل ملک صاحب پر سکون نظر آرہے تھے۔

کے گویا اب انھیں کسی بات کی تسلی تھیں شاید۔ کے جیسے وہ اس کے سوالوں کا جواب دینے کے لیے پہلے سے ہی خود کو تیار کر چکے تھے۔

"میرے بچے کیوں تم بار بار یہ سب سوچ کر خود کو ہلکان کرتی ہو،

جب میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ تمہارے خواب بس محض خواب ہی ہیں،

تو تمہیں کیوں اس بات پر یقین نہیں ہے، کیا تمہیں اپنے باپ پر یقین نہیں ہے۔؟؟"

وہ بیچارگی کی صورت بناتے ہوئے افسردگی سے بولے۔

"ایسی بات نہیں ہے بابا، مجھے آپ پر یقین ہے، لیکن!!"

وہ ان کے کچھ دیر پہلے والے جھوٹ کو یکسر نظر انداز کرتی۔ ان کی افسردہ صورت دیکھ کر فوری طور پر بولی تھی۔

"لیکن کیا میرا؟؟؟"

وہ اس کے آگے کی بات کو جاننے کے خواہش مند ہوئے۔

تاکہ اس کے ذہن میں کیا چل رہا ہے۔ وہ اچھے سے جان پائیں۔

"مجھے لگتا ہے بابا کے میرے خوابوں کا تعلق حقیقت سے جڑا ہے وہ حقیقت جسے میں ہمیشہ اپنے خوابوں میں دیکھتی ہوں،

محسوس کرتی ہوں، اور میرے خواب بھی صرف خواب نہیں ہے بلکہ ایک اندھی حقیقت ہے جو بظاہر نظر تو نہیں آرہی، لیکن اس کا عکس میرے ذہن کے پردے پر آج بھی محفوظ ہے، اور یہی سب باتیں مجھے پریشان کر رہی ہیں۔"

وہ سنجیدگی سے بولتی ہوئی اب کی بار اسماعیل ملک صاحب کے وجود میں پھیلے سکون کو غارت کر چکی تھیں۔ اسماعیل ملک صاحب کے ماتھے پر پسینے کے ننھے منے قطرے نمودار ہوئے۔ جس کو انھوں نے بڑی ہی صاف دہانی سے صاف کیا تھا۔

"یہ ناممکن ہے بیٹا،

جو خواب تمہاری یاد کا حصہ ہے ہی نہیں وہ بھلا کیسے حقیقت ہو سکتا ہے، یہ سب تمہارا وہم ہے بیٹا، اسے جتنی جلدی ہو اپنے ذہن سے جھٹک دو، زیادہ ناسوچوں اس بارے میں۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اندر کہی وہ ڈرے تھے اس کی بات سے۔ لیکن اس کے سامنے خود کو نارمل رکھنا بھی تو ضروری تھا۔

اسی لیے خود کو نارمل کرتے ہوئے وہ اسے سنجیدگی سے تنبی کرنے لگے تھے۔

میرال نے نظر اٹھا کر انھیں دیکھا۔ یکدم ہی کسی گہری سوچ کو اس نے اپنے ذہن میں ابھرتا ہوا محسوس کیا۔ لیکن جوابی کچھ نابولی۔

اور خاموشی کا مظاہرہ کرتی ہوئی اپنے پاس رکھے چائے کے کپ کو اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

دماغ کسی گہری سوچ میں کھونے لگا تھا۔

اسماعیل ملک صاحب جو مکمل توجہ سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

اس کے یکدم سے خاموش ہو جانے پر باغور اسے دیکھنے لگے۔ اس کی خاموشی انھیں کسی خطرے کا عندیہ دینے لگی تھیں نا جانے وہ کیا سوچ رہی تھیں۔ یہ بات جاننے سے وہ قاصر تھے اسی لیے۔

اس کی سوچوں کو جھٹک دینے کے خاطر وہ کچھ سوچ کر اسے مخاطب کرتے ہیں۔

"اگر تم اب بھی مطمئن نہیں ہو بیٹا، تو ہم کل احمد کے کلینک چلتے ہیں، وہ اچھا ماہر نفسیات ہے، تمہاری باتوں کو نا صرف اچھے سمجھے گا بلکہ تمہارے ذہنی کیفیت کو بھی اچھے سے سمجھ کر ڈیل کرے گا۔"

وہ سنجیدگی سے مدے کی بات پر آئے تھے۔ وہ بات جو وہ کل ہی احمد صاحب سے ڈسکس کر کے آئے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

کیونکہ انھیں میرال سے اب ایسے ہی کسی روائے کی توقع تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ پیچھلے دنوں سے بہت زیادہ پریشان تھے۔

"آپ احمد انکل کی بات کر رہے ہیں بابا۔؟؟"

کپ کو لبوں سے جدا کرتی وہ ان کی تجویز پر نگاہ اٹھا کر استفسار کرنے لگتی ہے۔

"ہمہ!! تاکہ اس سے مل کر تمہارا جو اپنے خوابوں کو لے کر ڈپریشن ہے وہ ٹھیک ہو سکے۔"

اسماعیل ملک صاحب تحمل سے بولے۔

"ڈپریشن نہیں ہے مجھے بابا۔"

ان کی بات کی نفی کرتی قدرے بلند آواز میں اپنی بات پر زور دے کر کہتی ہے۔

ہاتھ میں پکڑا کپ واپس سے ٹیبل پر پٹکھنے کے انداز میں رکھ دیا گیا تھا۔

"ہاں میں جانتا ہوں بیٹا، لیکن ڈپریشن ناسہی وہم تو ہے نامہارا۔"

وہ جوابی تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے دھیرے لہجے سے کہتے کہتے۔

پل بھر کو ٹھہر کر اس کے تاثرات جانچنے لگے۔

جو غصے میں ہونے کے ساتھ ساتھ عجیب سے بھی ہو رہے تھے۔ لیکن پھر اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے پھر

سے گویا ہوئے۔
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اور اس وہم کو، اور تمہارے دماغ میں آتی سوچوں کو تم احمد سے بات کر کے ہی کلیئر کر سکتی ہو میرا،

کیونکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا حل نہیں ہے میرے پاس، یہ حل میرے نزدیک مناسب رہے گا بیٹا،

تاکہ اس سے تم بھی مطمئن ہو جاؤ گی اور تمہاری وجہ سے میں بھی پریشان نہیں ہوں گا۔"

وہ عام سے انداز میں اپنی بات کہہ کر اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لینے لگے تھے۔

جواب پہلے کے مقابلے قدرے نارمل ہونا شروع ہو گئے تھے۔

ان کے نزدیک شاید وہ ان کی بات پر غور و فکر کر رہی تھی۔

سیاہ آنکھوں والی اپنے باپ پر نگاہیں جمائے کسی غیر مرئی نقطے کو بھی سوچنے میں مصروف تھیں۔

چہرے کے اتاوچڑھاؤ اس کے سنجیدگی سے کسی بات کو سوچنے کی روداد سنار ہے تھے۔

"ٹھیک ہے بابا، پھر میں کل چل لوں گی آپ کے ساتھ۔"

چند پل تک کچھ سوچنے کے بعد آخر کار وہ اپنی رضامندی انھیں دے گئی تھی۔

یکدم ہی اس کے جواب کو سن کر اسماعیل ملک صاحب کے چہرے پر۔

خوشی کی رمک جگمگا اٹھیں۔ کے نجانے ان کی کونسی ایسی مشکل تھی جو حل ہو گئی تھیں۔

"ٹھیک ہے پھر میں احمد سے کل کا نمبر لے لوں گا۔"

انھوں نے ہاتھ میں پہنی گھڑی کو سرسری سادیکھتے ہوئے کہا۔

کیونکہ اسے لانے کی بات تو وہ پہلے ہی احمد صاحب سے کر چکے تھے۔

اور ان کے کہنے پر ہی یہ تجویز انھوں نے میرال کے آگے رکھی تھی۔

ان کے کہنے پر میرال نے بس سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ اور ایک بار پھر ٹیبل پر رکھے چائے کے کپ کو اٹھالیا۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں بیٹا آفس کے لیے دیر ہو رہی ہے، شام میں ملاقات ہوتی ہے۔"

اس کو چائے پیتے دیکھ وہ ڈانگ ٹیبل کی سربراہی کرسی کو چھوڑتے ہوئے بولے۔

"او کے بابا۔" وہ فقط اتنا کہہ کر مصنوعی انداز میں مسکراتی ہوئی چائے کی چسکیاں لینے لگی۔ جبکہ اسماعیل

ملک اس کے کندھے پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے ڈانگ ایریا سے باہر نکلتے چلے گئے۔

ان کے جاتے ہی میرال نے ایک سر دسانس خارج کی۔ اور چہرے پر چھائی مصنوعی مسکراہٹ کا گلا گھونٹا۔

پہلے جیسی سنجیدگی کے آثار اب اس کے چہرے پر واضح ہونے لگے تھے۔

ابھی وہ ایسی ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ کے یکدم اس کا موبائل بج اٹھا۔ اس نے کوفت بھری نگاہ سے ڈانگ ٹیبل

پر رکھے اپنے موبائل کی جانب دیکھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

جس کی اسکرین پر ایک انجان نمبر جگمگا رہا تھا۔ کپ کو نا سمجھی سے واپس ٹیبل پر رکھتی وہ اگلے ہی پل بغیر

کچھ سوچے سمجھے کال اٹینڈ کر چکی تھی۔

دوسری طرف سے شناسا آواز کو سن کر پل بھر میں اس کی بے زاری زائل ہوئی۔

فون کرنے والے نے فون کر کے چند پل تک تو اسے پریشان کر دیا تھا اپنی بات سے۔ لیکن پھر کچھ دیر تک

باتیں کرنے کے بعد۔ آپس میں کچھ طے کر کے وہ ملنے کی جگہ ڈیسائنڈ کرنے لگے۔

جس کی وجہ سے دوسری طرف موجود شخص نے اسے فون کیا تھا۔
 جگہ ڈیسائنڈ کر کے وہ شخص اسے وقت پر آجانے کا کہہ کر فون کاٹ چکا تھا۔
 جبکہ میرال بھی کان سے فون ہٹاتے ہوئے ڈائنگ ایریا سے نکلتی ہوئی اوپری منزل کی طرف بڑھی تھیں۔

Safar-e-Adab

آسمان سے جھانکتا چاند اپنی مدھم لیکن دلکش روشنی اسلام آباد کے ہر رہائش گاہ کے ساتھ ساتھ مصطفیٰ
 مینشن پر بھی اپنی روشنی بکھیر رہا تھا۔

گارڈن میں جگہ باجگہ لگے رات کی رانی کے پھول اپنے وقت پر کھلتے ہوئے مسرور ہونے کے ساتھ ساتھ
 پورے گارڈن کو بھی اپنی دلفریب خوشبو سے مہکا رہے تھے۔

ان پھولوں کی خوشبو یکدم ماند پڑی تھیں جب چوکیدار نے مصطفیٰ مینشن کا گیٹ کھولا تھا۔

اس گیٹ کو پار کرتی ایک گاڑی برق رفتاری سے کارپورج میں آکر رکی تھیں۔

اور گاڑی کی ہیڈ لائٹ بند ہوتے ہی پیچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر عنایہ سلیمان گاڑی سے باہر نکلی تھی۔

بلیک جینز پر اور نچ ٹوپ پہنے اس نے اپنے بادامی بالوں کو جوڑے میں قید کر رکھا تھا۔

گاڑی سے اترتی وہ اپنے قدموں کو برق رفتاری سے مصطفیٰ مینشن کے بڑے سے گارڈن سے گزارتے ہوئے اندر کی طرف لے کر جا رہی تھیں۔

داخلی دروازے کو پار کرتی وہ مینشن کے اندرونی حصے میں آئی تھیں۔

اور جائزہ لیتی نگاہ سے ادھر ادھر اپنی نگاہیں دوڑانے لگی۔

تبھی نیچے کی منزل پر کسی کے بھی ناہونے کے آثار دیکھ اس نے کھڑے کھڑے ہی دائیں جانب بنے پیانو والے کمرے کی طرف دیکھا تھا۔

اور وہاں بھی کسی کو نا موجود دیکھ وہ برق رفتاری سے اوپری حصے کی سیڑھیاں طے کرنے لگی تھی۔

اوپری حصے پر آکر اب اس کے قدموں کا رخ آریان کے کمرے کی طرف تھا۔

کمرے کے نزدیک پہنچ کر اس نے بغیر دستک دیے کمرے کا بند دروازہ کھولا تھا۔

اور بغیر کچھ سوچے سمجھے بغیر بے اختیار اندر کمرے کی طرف بڑھی۔

کمرے میں قدم رکھ کر پہلی نظر اس کی جس شخص پر گئی تھی وہ آریان ہی تھا۔ بیڈ پر بیٹھا وہ ایک تصویر کو ہاتھ میں پکڑے اسے باغور دیکھ رہا تھا۔ عنایہ نا سمجھی سے چند قدم آگے بڑھی۔

کمرے میں بغیر دستک دیے کسی کو دروازہ کھول کر آتا دیکھ آریان نے بے اختیار گردن موڑ کر دروازے کی سمت دیکھا تھا۔

جہاں عنایہ کھڑی جا بچتی نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

ابھی اس سے پہلے کے عنایہ کچھ کہہ پاتی وہ یکدم ہی بیڈ سے کھڑا ہوتا ہوا۔

اسے نظر انداز کرتے ہوئے الماری کی طرف برق رفتاری سے بڑھا تھا۔

اپنا نظر انداز ہونا عنایہ کو شدت سے محسوس ہوا۔ اسی لیے وہ بھی بے اختیار چند قدموں کا فاصلہ مٹاتے ہوئے اس کی طرف بڑھی تھی اور اس کے نظر انداز کرنے والے عمل کو جھٹکتے ہوئے دھیمے لہجے سے بولی تھی۔

"میں نے تمہارے آفس فون کیا تھا تو معلوم ہوا کہ تم تو آج جلدی گھر چلے گئے ہو، تبھی مجھے سیدھا یہاں آنا پڑا۔"

وہ اپنی نگاہیں اس کے وجود پر جمائے اسے اپنے یہاں آنے کا جواز بتاتی ہے۔

جس کو آریان کسی خاطر میں نالائے بغیر ہاتھ میں پکڑی تصویر کو برق رفتاری سے الماری میں رکھتے ہوئے۔

پلٹ کر اسے نظر انداز کر کے بیڈ کی دائیں جانب والی سائیڈ ٹیبل کی جانب چلا آیا تھا۔

اور اس کی دراز کو کھول کر اس میں کچھ ٹٹولنے لگا تھا۔ چند پل بعد اس میں سے ایک فائل برآمد کرتے ہوئے وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے عنایہ کے وجود سے انجان بتا فائل کو دیکھنے لگتا ہے۔

چند پل تک تو وہ بے یقینی بھرے تاثرات سے اسے دیکھتی رہی۔

پھر اس کی طرف بڑھتے ہوئے قدرے ضبط سے کہتی ہے۔

"تم مجھے سن بھی رہے ہو آریان؟؟، تم مجھے اس طرح نظر انداز نہیں کر سکتے۔"

وہ صدمے اور دکھ کے ملے جلے تاثرات سے کہتی ہے۔ اسے یقین نا آیا کہ وہ اسے نظر انداز بھی کر سکتا ہے۔

"لیکن میں تمہیں نظر انداز کر رہا ہوں عنایہ۔"

فائل سے نگاہ ہٹائے بغیر ہی اس نے اسے اب تک میں پہلی دفعہ جواب دیا تھا۔

"لیکن میں نے کیا کیا ہے آریان جو تم اس طرح کر رہے ہو۔؟؟"

وہ روہانسی ہو کر پوچھتی ہے۔ دنیا میں اگر وہ کسی کے آگے خود کو حد درجے بے بس محسوس کرتی تھی۔ تو وہ بس آریان مصطفیٰ ہی تھا۔

آریان نے نگاہ اٹھا کر اسے سخت نظروں سے دیکھا۔ جس پر ناچاہتے ہوئے بھی عنایہ کو اپنی نظریں پھیر لینی پڑی۔

"میرے لیے ہر وہ شخص ناقابلِ برداشت یا نظر انداز کرنے کے قابل ہے جو بلا اجازت میرے کمرے میں داخل ہو، پھر چاہے وہ میرا دوست ہو یا کوئی جاننے والا۔"

وہ صاف گوئی سے کہتے ہوئے اسے شرمندہ کرنے پر مجبور کر گیا۔ اور پھر سے فائل کو دیکھنے لگا۔

اس کی صاف گوئی پر عنایہ سے اس سے نظریں ملانا تک مشکل ہو گیا۔

لیکن ملانی تو پھر بھی تھیں۔ کیونکہ وہ جو بات کرنے آئی تھی وہ آج اسے ہر حال میں کرنی تھیں۔

اسی لیے لہجے میں شرمندگی لیے دھیرے سے گویا ہوئی۔

"جلد بازی میں مجھے دھیان نہیں رہا آریان، اور پھر مجھے تم سے بات کرنی تھی تو بے اختیار میں یونہی چلی آئی، معذرت چاہتی ہوں اگر تمہیں برا لگا۔"

وہ کہتی ہوئی خاصی شرمندہ دیکھائی دے رہی تھی آریان کو اسی لیے اس نے ہاتھ میں پکڑی فائل کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"اٹس اوکے، یہ بتاؤ کیا بات کرنی ہے، اور ایسی بھی کیا ضروری بات تھی جو تمہیں اس وقت آنا پڑا۔"

وہ دیوار پر لگی گھڑی کی جانب ایک نظر دیکھتا ہوا سوالیہ نظروں سے پوچھنے لگتا ہے۔ پھر فائل کو واپس سے اٹھا کر دراز میں ڈال دیتا ہے۔

"بات ضروری ہے، کیا ہم کہی باہر چل کر بات کر سکتے ہیں اگر تم فارغ ہو تو؟؟، کوئی بھی پی لیں گے، اور ساتھ ساتھ بات بھی ہو جائے گی۔"

عنایہ نے مسکراتے ہوئے کہہ کر اسے باہر چلنے کی پیش کش کر دی۔ لیکن اندر دل ہی دل میں وہ اس کے ہامی بھرنے کی دعا مانگ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، تم نیچے لاؤنچ میں ویٹ کرو میرا، میں فریش ہو کر آتا ہوں۔"

کچھ سوچ کر اپنے کورٹ کا بٹن کھلوتا ہوا وہ بیڈ سے کھڑا ہوتا ہوا اسے تلقین کر گیا۔

اس کی رضامندی پر عنایہ ہامی بھرتے ہوئے مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔

جب کہ وہ تھکے ہوئے وجود کے ساتھ کمرے میں موجود وارڈ روب والے حصے کی طرف بڑھا۔

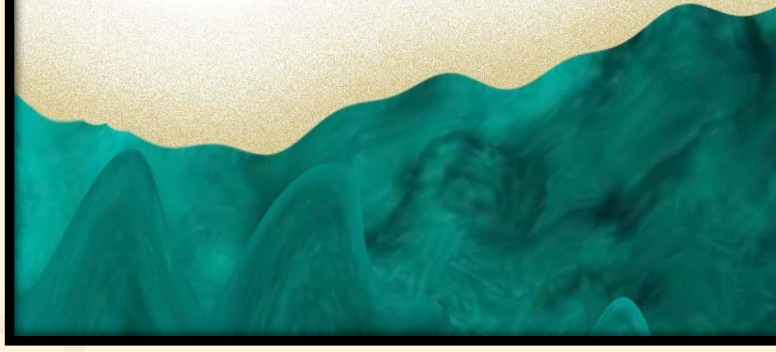
BEING THE STRING OF YOUR KITE

(جاری ہے)

باقی آئندہ قسط میں

پل صراط

عنیزہ زاہد



"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہونا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔' اس کے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

"یہاں دستخط کرو غازہ ! " کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بڑی طرح کانپنے لگے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آدھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی حسرت میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! " سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔ "بچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا دھور رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہنے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمینڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو پیٹنے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

ایسین خانج

☆☆☆

ابراہیم

تطمئن القلوب



دنوشہ آرزو

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ج جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھانجی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگ حب الہی تو اتر جائیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکراتے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے توجھ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پریقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ناپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آخر۔۔۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ در اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

وراثت

فاطمہ ملک

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا بیٹا مانتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ!!!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زور دار تھپڑ مار دیا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آچکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے بلیٹی اور حسن خان وہیں دل تمام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے سہنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

نادوں بسمد کی دیکھی جھلک

”تم نے جو کہا میں بھولنے کی کوشش کروں گا۔ میں کوشش کروں گا کہ اسے معاف کر دوں۔“ پرفیوم کی شیشی پہ اسکی گرفت بے حد سخت ہوئی۔ آنکھوں کا گلابی پن بڑھ گیا۔

”تم سے معافی مانگ کون رہا ہے؟ تم جاؤ اور اس سے معافی مانگو، اس ناقدری کی جو تم نے اس کی کی تھی۔ اس ذلت اور ان جملوں کی جو تم پچھلے کئی دنوں سے اسے سنارہے ہو۔ وہ سخت ہے۔ لیکن اگر وہ تمہیں اس سب کے لئے معاف کر رہی ہے تو میں پیچھے ہٹ جاؤں گا۔ جو وہ چاہے گی میں وہ کروں گا۔“ قیس نے انگوٹھے سے کنپٹی مسلی۔ اور گہری سانس لی۔ ”میں اس سے اس زندگی میں معافی نہیں مانگوں گا۔ کیونکہ اگر.... اگر میں غلط ہوں بھی تو ایک عورت سے معافی میں نہیں مانگ سکتا وہ بھی تب جب اسے مجھ سے معافی مانگنی چاہیے۔ میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس سے دور رہو۔ تم اسے چھوڑو گے مہدی۔ تاکہ وہ ٹوٹے، بکھرے، گر جائے۔ میں اسے

بسمد
میرالنساء شاہ میر

ایسے ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ اسی طرح میرے پاس واپس آسکتی ہے۔ تم اسے نہیں جانتے۔ میں اس اس سے واقف ہوں۔“

مہدی چند پل چپ چاپ اسے تکتا رہا۔ پھر آگے آیا۔ قیس کے عین روبرو۔ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے۔ بے حد مستحکم انداز میں کچھ کہا۔

”میں... اپنی.. بیوی.. کو.. ایسے نہیں دیکھنا چاہتا۔“ اس نے کہہ دیا۔ زینیا حاکم کا ایک اور گلا دور

ہوا۔ محبت حفاظت سے رازداری اور رازداری

سے اعلان کا درجہ طے کر چکی تھی۔ ”مجھ سے یہ مت کہو کہ میں اسے نہیں جانتا کیونکہ ایک بیوی کو اسکے

شوہر سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔“ قیس کسمیر ساکت رہ

گیا۔ کسی نے اسکے سینے سے دل نکال لیا تھا۔ اور اس کی

جگہ آگ بھر دی تھی۔ وہ خاکستر ہونے لگا۔ ”وہ بیوی

ہے میری۔ محبت کرتا ہوں اس سے اور وہ مجھ

سے۔ ہمارا نکاح ہو چکا ہے قیس۔“

پرفیوم کی شیشی اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پہ

گری۔ کرچیاں اس میں قیس کے دل کی بھی تھیں۔

”میرا دوست، جس نے مجھے حلالے کے لئے کہا تھا وہ

بالاج میر ہی تھا۔ کبھی کسی دور میں وہ تمہاری منگیتر

رہی ہوگی لیکن اب اسکے نام کے ساتھ میرا نام لگتا

ہے۔ اور لگتا رہے گا۔“ قیس لڑکھڑایا۔ اور سنگھار میز

کے کونے کا سہارا لیا۔ پھر جیسے بے جان ہو کر وہیں بیٹھ

گیا۔ اسکی ٹانگوں سے جان نکل چکی تھی۔ چہرہ ایسے تھا

جیسے کسی جونک نے سارا خون چوس لیا ہو۔ مہدی اپنے

پلنگ کی طرف گیا اور اپنا موبائل اٹھا کر واپس

آیا۔ سکرین پہ انگلیاں چلائیں اور واپس قیس تک

آیا۔ اسکے موبائل پہ ایک کاغذ کی تصویر تھی۔ وہ نکاح

نامہ تھا۔ اس نے قیس کے سامنے کیا۔ قیس نے اسے

پڑھا اور وہ سانس نہیں لے سکا۔ اسے واقعی سانس

نہیں آ رہا تھا۔

قیس نے وہاں مہدی اور زینیا کا نام دیکھا اور وہ دیکھ

نہیں سکا۔ اسکی آنکھوں کے آگے منظر دھندلا پڑ

گیا کیونکہ اسکی آنکھوں میں پانی بھر رہا تھا۔

”یہ جھوٹ ہے۔“ اس نے موبائل پرے ہٹایا۔ ”وہ

میرے ساتھ ایسا نہیں نہیں کر سکتی۔“ قیس پیچھے ہو رہا

”تم چاہو تو اسی سے پوچھ لو۔ میں تمہارے لئے سب کر سکتا ہوں۔ لیکن بیوی چھوڑنے والی شے نہیں ہے۔ آج، کل یا دس سال بعد بھی میں اس سے کبھی کسی صورت دستبرداری نہیں دوں گا۔“ اسکے لہجے کا استحقاق، وہ دو لفظ ”میری بیوی“ وہ آنکھوں کا مان قیس کمبیر کھڑے کھڑے دو کوڑی کا ہوا۔ مہدی اس سے شاید مزید کچھ کہہ رہا تھا مگر قیس نہیں سن سکا۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں
کلک کریں۔

safareadab.com

تھا۔ چہرے سے گہرا اشاک عیاں ہوتا تھا۔ وہ بہ دقت خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ ”وہ میری ہے۔ صرف میری۔ وہ ہمیشہ سے میرے لئے تھی۔“

”تمہیں کیا لگتا ہے وہ یونہی ہر کسی کے کمرے میں چلی جاتی ہے؟ وہ ہر ایک سے بات کر لیتی ہے، یا پھر وہ ہر ایک کے سامنے رو لیتی ہے؟ یا وہ ہر ایک کی گاڑی میں بیٹھ جاتی ہے۔؟“ وہ آگیا آیا۔ قیس مزید

پیچھے ہوا۔ وحشت زدہ سا چہرہ لئے، وہ بس چاہتا تھا مہدی چپ ہو جائے۔ وقت چند لمحے پیچھے چلا جائے وہ جو کہہ چکا تھا اسے ان کہا کر دیا جائے۔ جو سنا تھا وہ ان سنا۔ ”وہ شاید کبھی کسی دور میں تمہارے لئے تھی لیکن اب وہ وقت گزر گیا ہے۔ وہ میرے لئے بہت کچھ کرتی ہے کیونکہ ہمارے درمیان کچھ بہت اسپیشل ہے۔“

”جھوٹ.... ردی.. سب جھوٹ۔“ اس نے بے اختیار اپنا سینہ مسلا۔ یہیں عین دل کے مقام پہ تو درد شروع ہوا تھا۔

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب